◎ حضور کا اَبدی و آفاقی اعلانِ رسالت و نبوت

◎ مولانا ابوالکلام آزاد اور مسئلۂ نزولِ مسیح

◎ تقسیمِ ہند — اور — مرزائی

نقیبِ ختمِ نبوت

ملتان

یکے از مطبوعات :

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت (شعبۂ تبلیغ) عالمی مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

برطانیہ میں

یُو کے ختمِ نبوّت مشن کا قیام

اکابرِ احرار اور کارکنانِ احرار کی مخلصانہ دینی جدوجہد کے نتیجہ میں محاسبۂ مرزائیت کی تحریک اب فیصلہ کُن مرحلہ میں داخل ہوچکی ہے۔ فاتحِ ربوہ ابنِ امیرِ شریعت

سیّد عطاءُ المُحسن بُخاری مدظلّہ

نے اس سال برطانیہ کے اپنے دوسرے کامیاب دورہ میں عالمی مجلسِ احرارِ اسلام کا شعبۂ تبلیغ **یُو کے ختمِ نبوّت مشن** قائم کر دیا ہے۔ ہمارے کارکن پوری قوت و اخلاص کے ساتھ

مرزائیت کا تعاقب و محاسبہ کر رہے ہیں

حضرت ابنِ امیرِ شریعت کی سرپرستی میں "یُو کے ختمِ نبوت مشن" کا باقاعدہ انتخاب ہوا جس میں درج ذیل عہدیداران منتخب کیئے گئے۔

- صدر: جناب شیخ عبدالغنی صاحب (گلاسگو)
- ناظم: جناب محمد اکرم راہی صاحب (گلاسگو)
- ناظمِ نشریات: جناب محمد ناصر اعوان صاحب
- خازن: جناب محمد یونس صاحب

عالمی مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان کے تمام اراکین و معاونین "یُو کے ختمِ نبوت مشن" کے رہنماؤں اور کارکنوں کو مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

برطانیہ میں رابطہ آفس: جناب شیخ عبدالغنی صاحب
25- ROWAND AVE GIFF NOCK 7PE
GLASGOW - U.K - TEL- 226-3755

نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

فروری ۱۹۸۸ء

سلسلۂ اشاعت (۱)

رفقائے فکر

سیّد عطاء المحسن بخاری
سیّد عطاء المؤمن بخاری
سیّد عطاء المھیمن بخاری
سیّد محمد کفیل بخاری
سیّد محمد معاویہ بخاری
سیّد محمد نبیل بخاری
سیّد محمد ارشد بخاری
سیّد خالد مسعود گیلانی
عبداللطیف خالد
اختر جنجوا
محمود شاھد
قمرالحق قمر
بدر منیر احرار

رابطہ : مدرسہ معمورہ
دارِ بنی ھاشم، مہربان کالونی ملتان

قیمت : ۲/- روپے

دل کی بات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

متلاشیانِ حق و صداقت زندگی کی موت آسا وادی میں صدیوں سے بھٹک رہے ہیں اور تلاش کے ان سنگین مرحلوں میں متاعِ رُوحِ جاں لُٹا رہے ہیں مگر نتائج اہرمن کے دجل و فریب کے حق میں نکلتے چلے جا رہے ہیں یہ سب کچھ اس تسلسل کے ساتھ کیوں رونما ہوا؟ صرف اور صرف اس لئے کہ انسانوں نے آسمانی الہامی ادیان کو چھوڑ کر محض حیوانی فکر کو نجات و سلامتی کی راہ اور صراطِ مستقیم سمجھا اور اس بریگیڈ گھوڑے کی طرح سرپٹ ہو گئے۔ انیسویں صدی کے آخر میں سرزمینِ پنجاب کے ایک فرزندِ ناہموار مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی وہی راگ الاپا جو اس کے پیش رو اسود عنسی، مزدک ایرانی اور مسیلمہ کذاب وغیرہ نے گایا تھا، غلام احمد قادیانی کی سرپرستی بحری قزاقوں کی منظم سٹیٹ کرنے لگی اور یہ دجّال بحرِ ظلمات فرنگی سامراج کی بوٹ میں تیرنے لگا۔ اس نہنگِ بے اماں نے امتِ مسلمہ کو لخت لخت کر ڈالا اور ایک نئی امت کی تشکیل میں کامیاب ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ہندوستان میں راہروانِ جادۂ حق نے زبان و بیان اور قلم و قرطاس کی مجالس میں اس کا محاسبہ و مقابلہ کیا۔ مگر ۱۹۳۰ء میں امام المحدثین حضرت علامہ محمد انور شاہ نور اللہ مرقدہٗ نے بنی ہاشم کے لعلِ جہاں تاب سید عطاء اللہ بخاریؒ کو امیرِ شریعتؒ بنایا اور ہندوستان بھر کے علماء امت نے ان کے دستِ حق پرست پر بیعتِ جہاد کی تو حضرت امیرِ شریعت رحمۃ اللہ نے اپنے عظیم رفقاء سمیت مجلسِ احرارِ اسلام کے پلیٹ فارم سے مرزائیت کے قلعہ پر اتنے شدید اور تابڑ توڑ حملے کئے کہ مرزائی چوکڑی بھول گئے۔ قلم و قرطاس اور منبر و محراب کے دائرے سے نکل کر مرزائی براہِ راست عوامی احتساب کی زد میں آگئے اور بُری طرح کچل دیئے گئے۔ مرزائی دولت پر شبخون مارنے میں آمادہ ہیں انہوں نے دولت کے سہارے پاکستان اور بیرونِ ملک اس فتنۂ ارتداد کو نئی بیساکھیوں سے زندہ رکھنے کی تگ و دو شروع کی ہے۔ حالات کا تقاضا تھا کہ مرزائیت کا محاسبہ اس دور کے تقاضوں کے مطابق بھی کیا جائے سو ہم نے اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی نصرتِ غیبی کے سہارے امتِ مسلمہ کے فکر و نظر کو سنوارنے کا یہ سلسلہ شروع کیا ہے۔ ع

دیکھیں کیا گزرے ہے قطرے پہ گُہر ہونے تک

قارئین ملاحظہ فرمائیں اور تعاون کا ہاتھ بڑھائیں۔!

سید عطاء المحسن بخاری

(۱)

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کا

آبدی و آفاقی اعلانِ رسالت وختمِ نبوۃ

جزوی استفادہ از ختم نبوت کامل مصنفہ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب امروی عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

قُلْ یَا اَیُّہَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا۔ — اے انسانو! تحقیق بے شک میں اللہ کا رسول ہوں تم سب کے لئے۔

(سورۃ اعراف پ ۹ آیت ۱۵۸)

اس آیت میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلوایا کہ وہ اپنی رسالت کا اعلان فرمائیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے سکھائے ہوئے لفظوں کو دہرایا اور تمام انسانوں کو مخاطب بنایا۔ وہ انسان جو عہدِ رسالت مآب میں زندہ تھے یا عہدِ رسول مبین کے بعد پیدا ہوئے یا ازمنۂ وسطیٰ میں صفحۂ ارضی پر اپنے اعمال کی چھاپ چھوڑ گئے یا قیامت تک آنے والے انسان جو اپنی عملی زندگی کے نشانات کتاب ارضی میں ثبت کریں گے، وہ سرخ و سفید ہوں، کالے ہوں یا گندمی عرب ہوں یا عجمی سبھی اس خطاب کی زد میں ہیں۔ یہ خطابِ رسول زمان و مکان کی قید سے آزاد اور قومیت و وطنیت کی قید سے بھی ماوراء و منزہ ہے۔

اور وہ انسان بھی جو کسی نسبت کے مقید ہیں یعنی یہودی، عیسائی، صابی، مجوسی،

زرتشتی، بدھسٹ، بالمیکی، ہندو، مظاہر پرست، نجوم وکواکب پرست، اصنام پرست، اشخاص پرست "اور وہ مخلوق بھی جسے عہدِ جدید کی تحقیقات انسان کہے۔ برفانی انسان (اگر وہ انسان ہے) سب اور اس کائنات میں جہاں کہیں بھی زمینوں، آسمانوں میں انسان نام کی کوئی مخلوق دریافت ہو وہ سب اس خطابِ عام میں شامل و مخاطب ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خطاب قیامت تک اس فضاءِ بسیط میں گونج رہا ہے' جدید تحقیقات نے اب یہ بات ثابت کر دی ہے کہ ماضیٔ قریب و بعید کی تمام آوازیں فضا میں موجود ہیں اور کیچ کی جا سکتی ہیں ' ریکارڈ ہو سکتی ہیں۔ اس حوالہ سے بھی یہ صدائے اعلانِ رسالت ہر لمحہ و ہر آن صوتِ رسول کی آفاقی لہروں سے فضا میں ارتعاش پیدا کر رہی ہے اور بار بار یہ اعلان اپنی پکار اپنی نوعی اور معنوی دعوت کی طرف متوجہ کر رہا ہے۔ کہ اے زمین و آسمان میں بسنے والے انسانو! اے تمام زمانوں کے انسانو! اے تمام مکانوں کے انسانو! میں تم تمام کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

اس آیتِ کریمہ کا اعلانِ عام ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوت کی بڑی روشن دلیل ہے کہ جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت تمام زمانوں اور مکانوں کے انسانوں کے لئے ہے اور ایسا کوئی زمانہ ہے نہ ایسی کوئی جگہ ہے جہاں جنابِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت اور عصمت و امامت کا علم نہ لہرایا گیا ہو اور جہاں یہ اعلانِ رسالت براہِ راست یا بالواسطہ نہ پہنچا دیا گیا ہو۔ اب کسی زمانہ و کسی جگہ میں کوئی نبی پیدا ہوگا تو کیوں؟ اس کی ضرورت کیا ہے؟ وہ آکر کیا کرے گا؟ کیا سنائے گا؟ کیا سکھائے گا؟ کس کا تزکیہ کرے گا؟ کسے حکمت سکھلائے گا؟ کیا وہ حضور کے اعلانِ رسالت سے بڑھ کر کوئی نیا اعلان کرے گا؟ یا وہ اس اعلان کے مساوی رتبہ پا کر اعلان کرے گا؟ یا وہ اس سے کمتر درجہ پر فائز ہو کر اعلان کرے گا؟ ظاہر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ماضی میں کوئی نہ بڑھ سکا، آپ کے عہدِ خیر و برکت میں کوئی برابر نہ ہو سکا کسی کا چراغ نہ جل سکا، برابر ہونا اور چراغ جلانا تو بڑی بات ہے۔ اس پورے عہد میں کوئی بھی نہ ٹھہر سکا بہتوں نے سر توڑ کوشش کی لسانی، جسمانی اور مادی توانائیوں سے لیس ہو کر بیسیوں مدمقابل ہوئے مگر فجعلھم کعصف ماکول (سورۃ الفیل) وہ کھائے ہوئے بھوسے کی طرح بنا دیئے گئے اور جو آپ سے رتبہ میں چھوٹے تھے وہ سب کے سب اللہ نے ماضی میں نبوت و رسالت کے ابتدائی و ارتقائی مراحل میں بھیج دیئے

وہ آئے اور صرف اپنی اپنی قوموں کو سنوارنے کے لئے آئے اور ان سب نبیوں نے (علیہم الصلوات والتسلیمات) اپنی اپنی نبوت و رسالت کی راجدھانی میں ادائیگی فرض میں اُن کمالات فائقہ کا مظاہرہ کیا اور ایسی مضبوط و قوی جدوجہد فرمائی اور ایثار و قربانی کے ایسے نقوش جریدۂ عالم پر ثبت کئے کہ انسانی مزاجوں کی ارضِ ناہموار ایک بہت بڑے آنے والے کے لئے ہموار کردی اور ان تمام انبیاء صادقین نے (علیہم الصلوٰۃ والسلام) اپنے اپنے عہد میں اس سب سے عظیم و بزرگ آنے والے کی بشارتیں بانٹیں حسنِ مستقبل کی خوشخبری دی۔

یأتی من بعدی اسمہٗ میرے بعد (اب) جس نے آنا ہے ان کا

احمد نام نامی ہے احمد

جب پوری انسانیت کو ایک کے انتظار میں سنوار اسجایا اور وہ آنے والے محمد رسول اللہ آ گئے جو سب سے اعلیٰ تھے جو نبوت و رسالت کے ارتقاء و کمال کی انتہاء تھے اب اگر کسی نے آنا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ چڑھ کر آئے اب جو آپ سے کم تر درجہ کا پیدا ہو تو عروج سے زوال کی طرف آنے والی بات ہے اور عظمت سے پستی کی طرف آنے کا تصور بھی کونین کی ہلاکت کے مترادف ہے چہ جائیکہ سب چھوٹوں سے بھی چھوٹا، نہیں چھوٹا ہی نہیں حقیر اور صرف حقیر نہیں حقیر ترین، ہمیں اپنی حقیر ترین شخصیت کی طرف بلائے اس امت کی اس سے زیادہ بے عزتی اور کیا ہو سکتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سے بڑی توہین اور کیا ہو سکتی ہے کہ انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شمولیت کو فخر سمجھیں اور اپنے امتیوں کو حضور کی اتباع میں دیکھ کر فرحت و انبساط کا اظہار کریں اور ایک حقیر ترین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت گرامی کو اپنی اتباع کی طرف پکارے۔ بغاوت اور کسے کہتے ہیں یہی تو بغاوت ہے۔

نبوت و رسالت محمد کی

عباءِ ختمِ نبوت محمد کی (صلی اللہ علیہ وآلہ وازواجہ واصحابہ وبارک وسلم تسلیماً کثیراً کثیرا)

امت محمد کی

اور اطاعت مرزا غلام احمد کی! (لعنت اللہ علیہ وعلی اعوانہ وانصارہ)

ع

بسیں کہ زنہ بریدی وبا کہ پیوستی

اب انسان اس چھوٹے، کھوٹے اور جھوٹے موٹے کے پیغام نافرجام کے منتظر ہیں؟

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت —— قیامت تک

آپ کی رسالت ——— قیامت تک

آپ کی امامت ——— قیامت تک

آپ کی امت (وہ تمام انسان جو آئیں گے) قیامت تک

تو مسٹر گاما قادیانی کس نسل کے لئے ہے؟ اور کس زمانے کے لئے ہے؟ اور وہ بحیثیت مجدد مہدی خلیفہ وامام اور بحیثیت نبی کیا کرے گا آکر؟ کیا دین میں کوئی کمی ہے جسے وہ پورا کرے گا آکر؟ کیا نبوت میں کوئی نقص تھا جس کی اس نے تکمیل کرنی ہے؟ کیا انسان دینِ اسلام اور محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سیر ہوچکے ہیں؟ (معاذ اللہ) جو گاما ان کی پیاس بجھائے گا؟

حضرتِ ناصح جو آئیں دیدہ و دل فرشِ راہ
کوئی مجھ کو یہ تو سمجھائے کہ سمجھائیں گے کیا؟

اب تو جو بھی اس وادی میں قدم رکھے گا ذلیل ورسوا ہوگا۔ منہ کے بل گھسیٹا جائے گا۔ پھر قرآنِ حکیم میں جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت وآمد کا ذکر سابقہ نبیوں نے فرمایا اگر حضور علیہ السلام کے بعد بھی سلسلۂ نبوت ورسالت باقی رہنا ہوتا تو یقیناً قرآنِ کریم میں حضور علیہ السلام کی زبانی اس کی تفصیل بیان ہوجاتی تو ہم سمجھتے کہ ابھی نبوت تکمیل کے مراحل میں ہے اور ابھی یہ اپنے عروج، کمالِ ارتقاء، اور منتہاء مقصود تک نہیں پہنچی مگر ایسا ہرگز نہیں ہوا بلکہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے نبوت ورسالت کو ارتقاء کی تمام گھاٹیوں، منزلوں اور مرحلوں سے گزار کر عروج وکمال کی انتہاء تک پہنچا کے یہ سلسلہ مکمل کردیا۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ	آج کے دن میں نے تمہارا دین مکمل کردیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کردی۔

المائدہ آیت ۳

یعنی دونوں چیزیں اپنے کمال پر پہنچ چکی ہیں ان میں کوئی کمی، نقص، عیب، ضعف و کمزوری یا نارسائی کی کوئی بات نہیں رہی ۔ نبوت و رسالت اور پیامِ نبوت و رسالت دونوں اللہ کی طرف سے ہدایت کے لئے بے مثال و باکمال ہیں۔

اب نہ تو کوئی پیام باقی ہے جو نازل کئے جانے کے قابل ہے۔

اور نہ ہی کوئی ایسا شخص ہے جو نبوت کا اہل ہے

اور امام الانبیاء و خاتم الانبیاء سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے بڑے بلیغ پیرائے میں یہ اعلان کرنے کو فرمایا۔ چنانچہ آقا کریم نے یہ اعلان فرمایا۔

مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ	محمد تم میں سے کسی مرد کے باپ
مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ	نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول
رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ	ہیں اور نبیوں کے ختم کرنے والے
النَّبِيّٖنَ ۔ (احزاب ۔ ۴۰)	(یا نبیوں پر مُہر)

اللہ پاک نے اس آیتِ کریمہ میں حقیقتِ باطنی کو الفاظ کے ظاہری جسم میں منتقل فرما دیا کہ میرے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ نبوت نے اپنے تمام مراحل کا عبوری سفر کر کے اپنی منزل پالی ہے اور یہ تو صدیوں کا سفر کر کے یہاں پہنچی ہے اور منزل پر پہنچنے کے بعد کون ہے جو اس منزل سے نکلے اور کون ہے جو عظمتوں کی بلندی کے بعد ذلتوں کی پستی میں اترے ۔

بعض لوگ غلام احمد کی ابلیسی تاویلات کو پیش کرتے ہیں اور اس کے ماننے والے موذی بھی لباسِ تاویل میں ملبوس اور دھوکہ و فریب میں مصروف نظر آتے ہیں وہ اس آیت کریمہ کے مضمون میں مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں کہ حضور کے تو چار لڑکے تھے اور تم کہتے ہو کہ حضور علیہ السلام تم میں سے کسی کے باپ نہیں۔

حالانکہ جواب قرآن کے لفظوں میں موجود ہے۔ مِنْ رِّجَالِكُمْ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں۔ بچوں کے باپ کی نفی نہیں فرمائی۔ مرد کی نسبت نفی ہے۔ ظاہر ہے حضور علیہ السلام چار بچوں کے والد ماجد تو تھے جو بچپن میں ہی موت نے آلیے اور وہ مرد نہ بن سکے۔ مرد تو علی المرتضیٰ

بنے اور ظاہر ہے وہ بیٹے نہیں بھائی تھے۔ زید اور اسامہ رضی اللہ عنہم یہ سب امتی اور غلام ہی تو تھے صلبی اولاد نہ تھے۔ اور اگر کوئی اس پر اصرار کرے کہ علی، زید، اسامہ یا کوئی اور اولاد ہی تھے تو قرآن کریم نے اس کی نفی فرمادی۔

وَمَا جَعَلَ اَدْعِیَاءَکُمْ اَبْنَاءَکُمْ ذٰلِکُمْ قَوْلُکُمْ بِاَفْوَاهِکُمْ

تم جنہیں منہ سے بیٹا کہہ کے پکارو وہ تمہارے بیٹے نہیں بلکہ یہ تو صرف منہ کی بات ہے۔

ویسے عظمت و رحمتِ نبوی کی عمومیت کے اعتبار سے تو آپ ساری اُمت کے مرد و زن کے والدِ ماجد ہیں۔ سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر قیامت تک کے پیدا ہونے والی نسلِ آدم اولادِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہے (عظمۃً) یہ بھی ایک مفہوم ہے سیدِ وُلدِ آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ عالی کا۔

اِنِّیْ اُبَاهِیْ بِکُمُ الْاُمَمْ
(کنز العمال ص۲۲۲ ج ۶)

بے شک تحقیق میں تمہاری اکثریت پر دوسری امتوں کے مقابلہ میں فخر کروں گا۔

مرزائیوں کا نامعقول اور تلبیسی عمل یہ بھی ہے کہ جو مسلمان دینی تعلیم کی نعمت سے محروم ہیں زبان و بیان، لغت اور گرامر تک سے قطعاً ناآشنا ہیں گو جدید تعلیم یافتہ ہیں انہیں لفظ خاتم کے لغوی معنی میں الجھا کر جیت کر لیتے ہیں۔ قارئین حیران ہوں گے کہ اس معاملہ میں قصہ و حکایت اور روایت فروش مذہبی پیشوا جو مذہبی طبقاتی کشمکش کے بڑے ماہر ہوتے ہیں میں نے مرزائیوں کی اس چالاکی اور حرفت کے سامنے جز بز ہوتے دیکھے اس وقت ان کے چہرے کی حالت و کیفیت ایسی دیکھی جیسے رگوں میں خون منجمد کر دینے والی سردیوں کی یخ بستہ اور تاریک رات میں ویران و سنسان سڑکیں حالانکہ اس صدی کے ہمارے اسلاف

امام المحدثین حضرت مولانا محمد انور شاہ کاشمیری

امیرِ پیرانِ پنجاب حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑوی

امام المناظرین حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری

امیر المناظرین حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری
مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع عثمانی اموی رحمہم اللہ تعالیٰ وتغمدہٗ تراہم ومثواہم
اور دیگر بزرگان ملت و رہنمایان امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ) نے اس موضوع پر اس قدر علمی خدمت کی ہے کہ عام اُردو پڑھنے والا مسلمان بھی اگر تھوڑی سی توجہ کرے تو یہ مشکل نہایت آسان ہو جاتی ہے۔

لفظ "خَاتَم"

۱۔ اگر زبر اور زیر کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کے معنی ہیں نگینہ اور مہر جس پر نام یا عبارت کندہ کرائی جائے۔

۲۔ **خاتِمَ** زیر زبر کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کا معنیٰ انگوٹھی بھی ہے۔

۳۔ **خاتِمَ** زیر و زبر کے ساتھ پڑھا جائے تو آخر القوم قوم کا آخری فرد بھی اس کا معنیٰ ہے۔

۴۔ **خاتِمَ** زیر اور زبر کے ساتھ پڑھا جائے تو گھوڑے کے پاؤں کی سفیدی کو بھی خاتم کہتے ہیں۔

۵۔ **خاتِمَ** زیر اور زبر کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کے معنی گُدی کے نیچے کا گڑھا ہے۔[۱]

اب مرزائی بتائیں ان پانچوں معنوں میں سے کون سا معنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے استعمال کرنا وہ پسند کرتے ہیں، ان معنوں میں سے کوئی معنیٰ باعتبار فصاحت و بلاغت، اور زبان و بیان کے قواعد و ضوابط کی رو سے ادب جاہلی سے لے کر آج تک کوئی ایک شعر، ایک جملہ، ایک قاعدہ (ضابطہ) بیان کریں جس سے کسی عام انسان کو ان مذکورہ بالا معنوں سے منسوب کیا گیا ہو چہ جائیکہ ان معنوں سے انبیاء کے امام محمد رسول اللہ کو پکارا، لکھا اور پڑھا جائے۔ میرا تو خیال ہے کہ عربی زبان کی بلاغتوں اور نزاکتوں کے شناسا کفار بھی یہ حماقت کبھی نہ کریں جو غلام احمد نے کی ہے۔

---

[۱] لسان العرب، تاج العروس، صحاح جوہری، قاموس، منتہی الادب وغیرہ دیکھئے۔

(جاری ہے)

مولانا ابوالکلام آزاد
اور
مسئلۂ نزولِ مسیح علیہ السلام

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ وبرکاتہ' کے بارے میں جناب عبدالمجید سالک اور مرزائیوں نے بارہا یہ شوشہ چھوڑا کہ مولانا مرحوم نزولِ مسیح علیہ السلام کے قائل نہیں ذیل میں اس مذموم پروپیگنڈا کا جواب ہے۔ یہ کوئی مستقل مضمون نہیں بلکہ اس موضوع پر حضرت مولانا مرحوم کے وضاحتی خطوط ہیں جو شکوک د شبہات کے ازالہ کے لئے پیشِ قارئین ہیں۔ "ادارہ"

حبّی فی اللہ! السلام علیکم!

خط پہنچا۔ آپ دریافت کرتے ہیں احمدی فرقہ کے دونوں گروہوں میں سے کون سا فرقہ حق پر ہے؟ قادیانی یا لاہوری؟ میرے نزدیک دونوں حق وصواب پر نہیں ہیں۔ البتہ قادیانی گروہ اپنے غلو میں بہت دُور تک چلا گیا ہے۔ حتیٰ کہ اسلام کے بنیادی عقائد متزلزل ہو گئے ہیں۔ مثلاً اس کا یہ اعتقاد کہ اب ایمان و نجات کے لئے اسلام کے معلوم و مسلّم عقائد کافی نہیں، مرزا صاحب قادیانی پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ لیکن لاہوری گروہ کو اس غلو سے انکار ہے وہ نہ تو مرزا صاحب کی نبوّت کا اقرار کرتا ہے نہ ایمان کی شرائط میں کسی نئی شرط کا اضافہ کرتا ہے اسے جو ٹھوکر لگی ہے اس بے محل اعتقاد میں لگی ہے۔ جو اس نے مرزا صاحب کے لئے پیدا کر لیا ہے۔ باقی رہے مرزا صاحب کے دعاوی تو میں نہیں سمجھتا کہ کوئی شخص جس نے اسلام کے اصول و مبادیات کو سمجھا ہے۔ اور عقلِ سلیم سے بے بہرہ نہیں یہ دعاوی ایک لمحہ کے لئے بھی تسلیم کر سکتا ہے۔

آپ نے اپنی طبیعت کے اضطراب کا ذکر کیا ہے۔ میں آپ کو ایک موٹی بات لکھتا ہوں اگر غور کیجیئے گا تو ان شاء اللہ ہر طرح کے اضطراب و شکوک دُور ہو جائیں گے۔

آپ دو باتوں پر یقین رکھتے ہیں یا نہیں؟ ایک یہ کہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ دوسری یہ کہ انسان کی نجات کے لئے جن جن باتوں کے ماننے کی ضرورت تھی وہ سب اس نے صاف صاف بتلا دی ہیں۔ یعنی ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی اعتقاد شرطِ نجات ہو۔ اور اس نے صاف و صریح نہ بتلا دیا ہو۔

اگر یقین رکھتے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ رکھتے ہیں تو غور کیجیئے اگر ایک زمانے میں مسلمانوں کے لئے کسی نئے ظہور پر ایمان لانا ضروری تھا۔ تو کیا ضروری نہ تھا کہ قرآن اس کا صاف و صریح حکم دیتا۔ کم از کم اتنی صراحت کے ساتھ جتنی صراحت کے ساتھ اقیموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ کا حکم دیا گیا ہے؟

اچھا قرآن کی ایک ایک آیت دیکھ جائیے۔ کہیں آپ کو یہ حکم ملتا ہے کہ ایک زمانہ میں کوئی نبی، یا مسیح یا مجدّد یا محدّث (بالفتح) مبعوث ہوگا۔ اور مسلمانوں کے لئے ضروری ہوگا کہ اسے پہچانیں اور اس پر ایمان لائیں؟ اگر کوئی ایسا حکم نہیں ملتا۔ تو پھر آپ پر کون سی مصیبت آ پڑی ہے کہ بیٹھے بٹھائے اس جھگڑے میں پڑیں اور ایک نئے ایمان اور نئی شرائط نجات کے سراغ میں نکلیں؟

اس بارے میں دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ تیسری کوئی نہیں۔ یا تو نجات کے لئے وہ عقائد کافی ہیں۔ جو قرآن نے صاف صاف بتلا دیئے ہیں — یا پھر کافی نہیں ہیں۔ اگر کافی ہیں تو قرآن نے کہیں یہ حکم نہیں دیا ہے کہ کسی نئے ظہور پر ایمان لاؤ۔ اگر کافی نہیں ہیں۔ اور نئے شرائط نجات کی گنجائش باقی ہے تو پھر قرآن ناقص نکلا۔ اتنا ہی بلکہ وہ اپنے اعلان الیوم اکملت لکم دینکم میں صادق ہے۔ ہر مسلمان کے سامنے دونوں راہیں کھلی ہیں۔ جو راہ چاہے اختیار کر لے۔ اگر قرآن پر ایمان ہے تو نئی شرط کی گنجائش نہیں۔ اگر نئی شرط نجات مانی جاتی ہے تو قرآن اپنی جگہ باقی نہیں رہا۔

وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ۔

ابوالکلام

گزشتہ مکتوب پر سائل نے پھر کچھ خدشات پیش کیے۔ جس پر مولانا نے ذیل کا مکتوب گرامی ارسال فرمایا؛

حبی فی اللہ! السلام علیکم!

خط پہنچا۔ میں پچھلے خط میں جو کچھ لکھ چکا ہوں۔ اس پر پوری طرح غور کیجیئے جو نئے سوالات آپ نے لکھے ہیں۔ ان سب کا جواب اس میں آچکا ہے کسی ایسے سوال کی گنجائش باقی نہیں رہی ہے۔

مجدّد کی کوئی ضرورت نہیں ؛

جو لوگ کہتے ہیں مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ ہر صدی کے کسی مجدّد پر ایمان لائیں ان سے پوچھیئے کہ یہ حکم کس قرآن میں نازل ہوا ہے؟ اگر قرآن سے مقصود وہ قرآن ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے تو بتلایئے کس پارہ کس سورت کس آیت میں یہ بات کہی گئی ہے کہ ہر صدی میں ایک مجدّد آئے گا اور مسلمانوں کے لئے ضروری ہے اس کی معرفت حاصل کریں اور اس پر ایمان لائیں؟ اگر نہیں کہی گئی ہے تو ہمیں کون سی ضرورت ہے کہ اس لغویت میں پڑیں۔ ہم نہیں جانتے کہ مجدّد کیا بلا ہوتی ہے۔ ہم جو کچھ جانتے ہیں وہ یہ ہے کہ اللہ کی آخری ہدایت آچکی ہے جس کا نام قرآن ہے اور جس کے مبلغ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

جو انسان اس پر ایمان لاتا ہے اور اس کے بتائے ہوئے احکام پر عمل کرتا ہے اس کے لئے نجات ہے۔ اس سے زیادہ ہم کچھ نہیں جانتے اور نہ جاننے کی ضرورت ہے۔ جو شخص کہتا ہے کہ نجات وسعادت کے حصول کے لئے یہ کافی نہیں اور کسی مجدّد پر ایمان لانا ضروری ہے وہ یا تو اسلام پر بہتان لگاتا ہے یا اسلام کی بُو بھی اس نے نہیں سُونگھی ہے

باقی رہا نزولِ مسیح کا معاملہ تو یہ ایک نہایت اہم معاملہ ہے اور اگر کسی زمانے میں مسلمانوں کی نجات وسعادت اس پر موقوف رہنے والی تھی۔ تو ضروری تھا کہ قرآن صاف صاف اسے بیان کر دیتا۔ اسی طرح صاف صاف جس طرح اس نے تمام مہمات دینیہ واعتقادیہ بیان کر دی ہیں۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ قرآن میں کوئی تصریح موجود نہیں۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس کے اعتقاد پر مجبور رہوں۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ اب نہ کوئی بروزی مسیح آنے والا ہے نہ حقیقی۔ قرآن آچکا ہے اور دین کامل ہو چکا۔

اگر آپ طالبِ حقیقت ہیں تو ان جھگڑوں میں نہ پڑیئے۔ نہ ان خرافات کے بارے میں وہ

سوالات کیجیئے۔ ہمیں تلاش نجات کی ہے۔ اگر نجات کے لئے قرآن کامل ہے تو پھر وہ عقائد کافی ہیں جو قرآن نے تبلادیئے ہیں زیادہ کاوش میں ہم پڑیں ہی کیوں؟

ابوالکلام

دوسرے مکتوب میں بعض باتوں سے سخت تشویش کا اظہار کیا گیا۔ اور اس سلسلہ میں مولانا سے دریافت کیا گیا کہ۔

۱۔ کیا آپ کے نزدیک صحیح حدیث حجت ہے یا نہیں؟

۲۔ آپ کے الفاظ" اب نہ کوئی بروزی مسیح آنے والا ہے نہ حقیقی، قرآن آچکا اور دین کامل ہوچکا"۔ کا کیا مطلب؟

اس کے جواب میں مولانا نے ایک مستقل بیان تحریر فرماکر بہت بڑی غلط فہمی کا ازالہ کردیا۔

حبی فی اللہ! السلام علیکم!

خط پہنچا۔ معاف کیجیئے گا۔ اگر آپ حضرات کے نظر مطالعہ کا یہی حال ہے تو میں نہیں سمجھتا کہ کوئی تحریر بھی سودمند ہوسکتی ہے۔

ایک شخص نے لکھا کہ میں اپنے ایمان ونجات کے بارے میں سخت مضطرب ہورہا ہوں۔ کیونکہ مجھے بتلایا جارہا ہے کہ مسیح موعود پر ایمان لانا ضروری ہے۔ یہ شخص کوئی عالم دین نہیں ہے۔ تفسیر و حدیث کا ماہر نہیں ہے۔ صرف اس درجہ کی دینی معلومات رکھتا ہے جو ہر پڑھے لکھے مسلمان کو ہوا کرتی ہیں۔ میں نے اس کے جواب میں ایک موٹی سی بات لکھدی۔ جس کے پرکھنے کے لئے کسی غیر معمولی علم ونظر کی ضرورت نہیں یعنی وہ قرآن کو کلام الٰہی مانتا ہے یا نہیں؟ اور اس بات پر یقین رکھتا ہے، یا نہیں کہ ایمان ونجات کی تمام شرطیں اس میں بیان کردی گئی ہیں؟ اگر یقین رکھتا ہے تو دیکھ لے قرآن میں کہیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ آئندہ کسی نئے ظہور پر بحیثیت ایک نبی کے ایمان لانا ضروری ہوگا؟ اگر نہیں دیا گیا ہے تو کم از کم یہ بات۔ واضح ہوگئی کہ شرائطِ ایمان ونجات میں کوئی نیا اضافہ نہیں ہوسکتا اور اس کے رفع اضطراب کے لئے یہ کافی ہے۔ فرمائیے اس میں احادیث کے حجت نہ ہونے کا سوال کہاں سے پیدا ہوگیا؟ اگر ایک شخص کہے کہ قرآن میں یہ بات نہیں آئی تو کیا اس سے لازم آگیا کہ وہ حدیث کا

منکر ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

میں ایک مستفسر کو جو اپنا اضطراب قلب ظاہر کرتا اور ایک قطعی اور فیصلہ کن بات کا خواہشمند ہے۔ کیوں یہ لکھوں کہ احادیث کا مطالعہ کرے؟ میں جانتا ہوں وہ احادیث کے مطالعہ سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے علم و نظر کی ضرورت ہے۔ لیکن قرآن ایک ایسی چیز ہے جس سے کوئی مسلمان بھی بے خبری ظاہر نہیں کر سکتا جو شخص چاہے اس کا ترجمہ اٹھا کر دیکھ لے سکتا ہے اور براہ راست فیصلہ کر لے سکتا ہے کہ فلاں بات کا اس میں حکم دیا گیا ہے یا نہیں؛ اس طرح ایک قطعی اور فیصلہ کن حقیقت سامنے آجاتی ہے دوسرے طریقوں سے نہیں آسکتی۔ اب آپ نے مجھے خط لکھا ہے تو میں آپ کو نہ صرف قرآن کا حوالہ دوں گا بلکہ احادیث بھی لکھوں گا۔ تمام احادیث دیکھ جایئے کسی حدیث میں بھی یہ حکم نہیں ملے گا کہ آئندہ مسلمانوں کو کسی نئے ظہور پر بھی ایمان لانا چاہیئے ورنہ شہادتین کا قرار بے سود ہو جائے گا اور یہ اس لئے لکھوں گا کہ مجھے معلوم ہے مخاطب احادیث کی خبر رکھتا ہے اور ان کے مطالعہ و نظر سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔

اگر لوگوں میں چشم بصیرت ہوتی تو معلوم کر لیتے کہ میں نے اس خط میں جو بات لکھ دی ہے اس نے ساری بحثوں کا خاتمہ کر دیا ہے۔ مگر مصیبت یہ ہے کہ یہی جنس اب ہمارے بازاروں میں ناپید ہو گئی ہے۔

حدیث حجتِ شرعی ہے:

آپ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ "صحیح حدیث آپ کے نزدیک حجت ہے یا نہیں" میں اس کا آپ کو کیا جواب دوں؟ یہ سوال آپ اس شخص سے کر رہے ہیں جس نے اپنی بے شمار تحریروں میں نہ صرف احادیث کو حجتِ شرعی اور واجب العمل ثابت کیا ہے بلکہ صاف صاف لکھ دیا ہے کہ و یعلمھم الکتاب والحکمۃ ؕ میں "حکمت" سے مقصود سنت ہے کہ

الا انی اوتیت الکتب ومثلہ۔

این دو شمع اند کہ از یک دگر افروختہ اند

حدیث مجدد دیر رفتنی:

یہ آپ کا سوال ویسا ہی ہے جیسا ایک صاحب نے مجدد کی نسبت سوال کیا ہے۔ میں نے اس خط میں لکھا ہے کہ اسلامی عقائد میں کسی ایسے مجدد کی ہستی ثابت نہیں جس پر

ایمان لانا شرطِ اسلام و نجات ہو۔ ظاہر ہے کہ اس میں جس مجدّد کی ہستی سے انکار کیا گیا ہے۔ اس سے مقصود ایسا مجدّد ہے جس پر ایمان بالرسل کی طرح ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہو نہ کہ مجدّد لغوی۔ یعنی ایسے مصلحینِ اُمّت جو دین میں تازگی پیدا کردیں۔ لیکن وہ لکھتے ہیں۔ اس سے نفسِ تجدید کا انکار لازم آگیا اور حدیث "من یجدد لھا دینھا الخ" کا کیا جواب ہے؟ اب کہیئے میں اس کا کیا جواب دوں؟ جن لوگوں کو اتنی سمجھ بھی نہیں ہے کہ کون سی بات کس محل اور کس تخاطب میں کہی گئی ہے اور کس بات کا زور کس نقطہ پر پڑ رہا ہے ان سے کوئی عہدہ برآ ہو تو کیوں کر ہو؟ یہ صاحب مجھے تجدید یاد دلا رہے ہیں حالانکہ اگر انہوں نے "تذکرہ"¹ پڑھا ہوتا تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ میرے لئے یہ یاد دہانی غیر ضروری ہے۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے کہ اس دَور میں مقامِ تجدید کے غوامض و دقائق سے پردہ اُٹھائے سو وہ کم از کم حدیث "من یجدد لھا دینھا" سے بے خبر نہیں ہوسکتا۔

نزولِ مسیح علیہ السلام:

آخر میں آپ نے سوال کیا ہے۔ اس جملہ کا کیا مطلب ہے کہ "اب نہ کوئی بروزی مسیح آنے والا ہے نہ حقیقی۔ قرآن آچکا اور دین کامل ہو چکا۔ جواب یہ ہے جو اُردو زبان میں اس جملہ کا ہو سکتا ہے یعنی دینِ اسلام اپنی تکمیل میں اب کسی نئے ظہور کا محتاج نہیں اس کے لئے نہ تو کسی بروزی مسیح کی ضرورت ہے نہ حقیقی کی۔ ہاں بلاشبہ احادیث میں حضرت مسیح علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک ایسے نزول کی خبر دی گئی ہے جو قیامت کے آثار و مقدمات میں سے ہوگا۔ کسی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ ان کا ظہور بحیثیت رسول کے ہوگا۔ یا تکمیل دین کا معاملہ ان کے نزول پر موقوف ہے۔ پس تکمیل دین کے لئے ہم کسی نئے ظہور پر اعتقاد نہیں رکھتے ہم سمجھتے ہیں کہ دین کا معاملہ کامل ہو چکا پھر کیا آپ کو اس اعتقاد سے اِنکار ہے؟ کیا آپ سمجھتے ہیں قرآن ناقص ہے دین کا معاملہ پورا نہ ہو سکا اور اب نئے نئے ظہور ہوتے رہیں گے تاکہ دین کامل ہو جائے۔

میری سمجھ کچھ کام نہیں دیتی آخر آپ کے احباب کو تشویش کس بات پر ہوئی ہے۔ ان خطوں میں کون سی بات ایسی ہے جو اس درجہ ناگوار گزری؟ کیا یہ بات کہ قرآن کی کسی آیت میں کسی نئے

---

¹: تصنیف مولانا ابوالکلام آزاد

ظہور پر ایمان لانا شرطِ نجات نہیں بتلایا گیا ہے؟ آپ لکھتے ہیں اس سے حدیث کا انکار لازم آگیا؟ اگر ایسا ہی ہے تو براہِ عنایت مجھے اس حدیث سے مطلع کیجئے۔ چونکہ میرے علم میں کوئی ایسی حدیث نہیں ہے۔ نہ مسلمانوں کا کوئی ایسا اعتقاد ہے۔ اس لئے یہ ناقابلِ معافی جرم مجھ سے سرزد ہوگیا۔

اگر کہا جائے یہ بات شرائط ایمان و نجات میں سے نہیں ہو سکتی اگر ہوتی تو ضروری تھا کہ قرآن نے حکم دیا ہوتا کیوں کہ شرائط ایمان و نجات کے اعلان میں وہ ناقص نہیں تو آپ کہیں کہ اس سے حدیث کا انکار لازم آگیا۔ اگر کہا جائے اسلامی عقائد میں کسی ایسے مجدد اُمت کی جگہ نہیں جس پر ایمان لانا مثل اقرار شہادتین کے ضروری ہو تو کہا جائے، نفس تجدید سے انکار کردیا گیا۔ اور مصلحینِ امت کی ہستی باقی نہیں رہی۔ اگر کہا جائے قرآن آچکا۔ دینِ کامل ہو چکا اب تکمیل دین کے لئے نہ کسی بروزی مسیح کی ضرورت ہے نہ حقیقی کی تو کہا جائے کہ نزولِ مسیح کی خبر سے انکار کردیا گیا۔ اور صحیحین کی روایات کا کیا جواب ہے؟ گویا روایات میں جس نزول کی خبر دی گئی ہے وہ دین و قرآن کے نقص کی تعمیل کے لئے ہے۔ اگر لوگوں کی فہم و بصیرت اور عقل و انصاف کا یہی حال ہے تو اس کے سوا کیا کہا جائے کہ اللہ مسلمانوں کی حالت پر رحم کرے۔

آپ لکھتے ہیں "ایک خاص جماعت کے لوگ یہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ حدیث کے حجت ہونے سے انکار کردیا گیا"۔ ٹھیک ہے وہ ضرور ایسا کرتے ہوں گے لیکن معاف کیجئے گا آپ کی عقل و بصیرت کو کیا ہوگیا؟ کیا محض اس لئے کہ چند آدمیوں نے ایک بات کہہ دی۔ بدحواس ہو جانا چاہئے اور سمجھ لینا چاہیئے کہ حدیث سے انکار کردیا گیا؟ کیا آپ کے لئے ضروری نہیں تھا کہ ان خطوں کی عبارت پڑھتے اور پوچھتے کہ حدیث کے حجت ہونے نہ ہونے کا سوال کہاں سے پیدا ہوگیا؟ میں آپ کے اخلاص و محبت کا شکر گزار ہوں، مجھے یقین ہے یہ محبت و اخلاص کی خلش ہے۔ جس نے آپ کو خط لکھنے اور استفسارِ حال پر مجبور کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے لیکن میری طبیعت پر ان باتوں کا جو اثر پڑتا ہے وہ بالکل دوسرا ہے۔ میں ان باتوں میں زمانہ کی فکری اور اخلاقی جہالت کی جھلک دیکھتا ہوں اور وہ مجھے بہت ہی افسوس ناک دکھائی دیتی ہے۔

ابوالکلام

گزشتہ خطوط میں ظہورِ مسیح اور حدیثِ مجدد پر جن خیالات کا اظہار کیا گیا تھا اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ شاید مولانا آزاد کو احادیثِ متعلقہ نزولِ مسیح سے انکار ہے چنانچہ مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے بھی تشویش کا اظہار فرمایا اور اپنے اخبار اہلِ حدیث میں مولانا آزاد کے نام ایک مکتوب مفتوح شائع کیا جس میں مطالبہ کیا کہ مولانا اپنے نظریہ کی وضاحت فرمائیں۔

اس کے جواب میں مولانا ابوالکلام آزاد نے جو مکتوب مدیر اہلِ حدیث کو ارسال فرمایا وہ تمام وکمال درج ہے۔

مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

آپ نے ازراہِ عنایت اہلِ حدیث کا جو پرچہ بھیجا تھا وہ وصول ہوا۔ جو تحریر اس میں شائع فرمائی ہے وہ نظر سے گزری۔ حیران ہوں کہ آخر ان خطوں میں کون سی ایسی بات تھی جس سے ان دوراز کار نتائج کی طرف آپ کا ذہن منتقل ہوا۔ یہ خطوط ایک خاص شخص کے خاص استفسار کے جواب میں لکھے گئے ہیں اور ضروری ہے کہ اسے پیشِ نظر رکھا جائے۔ مستفسر نے لکھا تھا کہ

"ایک عرصہ سے بعض احمدی مبلغ قادیانی طریقہ کی دعوت دے رہے ہیں میں نے کئی صاحبوں سے استفسار کیا۔ لیکن جوابات سے ردّ وکد کا ایک لمبا چوڑا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔ دل کا کانٹا نکلتا نہیں۔ جو بات سب سے زیادہ مضطرب کررہی ہے وہ یہ ہے کہ معاملہ ایمان ونجات کا ہے اگر واقعی کسی نئے ظہور پر ایمان ضروری ہوا اور میں انہی بحثوں میں رہ جاؤں تو کل کو میرا کیا حشر ہوگا؟"

میں نے اس کے جواب میں ایک ایسی موٹی سی بات لکھ دی جو مخاطب کے اذعان ورفعِ اضطراب کے لئے قاطع اور مختتم ہوسکتی تھی اور جس کے فہم کے لئے نہ تو اصول ومقدمات کی ضرورت ہے نہ علم وفن کی استعداد کی۔ ایک لمحہ میں ساری ردّ وکد ختم ہوجاتی ہے۔ میں نے لکھا کہ اتنی بات مانتے ہو یا نہیں کہ قرآن کلامِ الٰہی ہے اور جن باتوں پر ایمان لانا شرطِ اسلام ونجات ہے وہ اس نے بتلا دیئے ہیں۔ اچھا کسی بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ قرآن کا کوئی ترجمہ اُٹھا کر دیکھ لو کہیں یہ حکم پاتے ہو کہ آئندہ ایک زمانے میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا

بے سود ہو جائے گا اور ایک نئے ظہور پر ایمان لانا پڑے گا یا کسی زمانے میں اسلام کی پچھلی دو شہادتیں بیکار ہو جائیں گی اور ایک تیسری شہادت کا اضافہ ہو جائے گا مثلاً ایمان بالمجدد؟ اگر نہیں پاتے تو پھر کون سی مصیبت آ پڑی ہے کہ اس جھگڑے میں پڑتے ہو اور اپنے ایمان و نجات کی طرف سے مضطرب ہوتے ہو۔

بلاشبہ اس تخاطب میں مَیں نے صرف قرآن کا ذکر کیا۔ احادیث کا ذکر نہیں کیا۔ مگر اس لئے نہیں کیا کہ مخاطب کے لئے اتنا ہی کہنا قاطع و فیصلہ کن تھا۔ ورنہ ظاہر ہے کہ احادیث میں بھی کہیں یہ بات نہیں آئی ہے کہ آئندہ شرائطِ ایمان میں ایک نئی شرط بڑھ جائے گی اور ایک نئے رسول پر ایمان لانا ضروری ہوگا۔

اب فرمائیے اگر ایسا لکھ دیا گیا تو اس میں کون سی برائی کی بات ہوگئی۔ جو اس درجہ ناگوارئ خاطر کا موجب ہو رہی ہے کیا قرآن کا حوالہ دینا انکارِ حدیث کے لئے مستلزم ہے۔ کیا احادیث میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ نئے نئے ظہوروں پر ایمان باللہ و ایمان بالرسول کی طرح ایمان لاتے رہنا۔

اس کے بعد مستفسر نے اپنے مبلغ دوست کا قول نقل کیا کہ مسلمانوں کو ہر صدی کے مجدّد پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت مسیح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بہ حیثیت رسول کے آئیں گے اور انہیں کے ہاتھوں اس دین کی تکمیل ہوگی میں نے اس کے جواب میں لکھا کہ یہ صحیح نہیں ہے اسلامی عقائد میں کسی ایسے مجدد کی جگہ نہیں۔ جس پر ایمان بالرسول کی طرح ایمان لاتے رہنے کا حکم دیا گیا ہو۔ باقی رہا نزول مسیح کا معاملہ تو شرائطِ ایمان کی ترمیم و تنسیخ کا معاملہ نہایت اہم اور اساسی معاملہ ہے اگر مسلمانوں کی نجات آئندہ کسی نئے ایمان پر موقوف رہنے والی ہوتی تو ضروری تھا کہ اس کا صاف صاف حکم دیا جاتا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ایسا کوئی حکم نہیں دیا گیا ہے۔ پس ہمارا عقیدہ یہی ہونا چاہیئے کہ دین کامل ہو چکا آخری کتاب نازل ہو چکی۔ اور اب تکمیلِ دین کے لئے نہ کسی بروزی مسیح کی گنجائش ہے نہ حقیقی مسیح کی۔

یہ ظاہر ہے کہ اس عبارت میں جو نفی کی گئی ہے وہ کسی ایسے نزول کی کی گئی ہے۔ جو دین کی تکمیل کے لئے ہوگا اور بحیثیت رسول کے ہوگا نہ کہ نفسِ نزول کی۔

چنانچہ سیاق و سباق اس کی صاف شہادت دے رہا ہے۔ اس سے اوپر مجدّد کی نفی کی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ وہاں بھی مقصود ایسی تجدید نہیں ہے جس پر ایمان لانا مثل ایمان

بالرسل کے ضروری ہو ورنہ حدیث مَنْ یُّجَدِّدُ لَهَا دِیْنَهَا الخ موجود ہے اور مجدد لغوی سے انکار کسی کو نہیں ہو سکتا۔ ایسے مجدد یعنی مصلحین حق پیدا ہو چکے ہیں اور پیدا ہوتے رہیں گے۔ حَتّٰی یَاْتِیَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ غَالِبُوْنَ ۝

بلاشبہ روایات میں نزول مسیح علیہ السلام کی خبر دی گئی ہے اور صحیحین کی روایات اس باب میں معلوم و مشہور ہیں۔ اس سے کسے انکار ہے۔ لیکن اس معاملہ کا تعلق قیامت کے آثار و مقدمات سے ہے نہ کہ تکمیل دین کے معاملہ سے۔ نیز انہی روایات میں تصریحات موجود ہیں کہ حضرت مسیح کا نزول بحیثیت رسول کے نہیں ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں۔ اس تیرہ سو برس میں مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ یہی رہا ہے کہ دین ناقص نہیں اور اپنی تکمیل کے لئے کسی نئے ظہور کا محتاج نہیں۔ کیا آپ سمجھتے ہیں، ایسا نہیں ہے۔؟

آپ پوچھتے ہیں احادیث کے بارے میں میرا عقیدہ کیا ہے؟ میں اس کا آپ کو کیا جواب دوں۔ کیا آپ کو میرے عقیدہ کی خبر نہیں؟ کیا آپ کی نظر سے میری بے شمار تحریرات نہیں گزر چکی ہیں؟ یہ سوال آپ اس شخص سے کر رہے ہیں جو اپنی تحریرات میں نہ صرف حدیث کو حجت اور واجب العمل ثابت کر چکا ہے بلکہ جس کو اس فہم کی توفیق ملی ہے کہ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ ۝ میں "حکمت" سے مقصود "سنت" ہے اور جس نے جابجا مقدام کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ اَلَا اِنِّیْ اُوْتِیْتُ الْکِتٰبَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ ۝ نیز روایت مشہورہ یُوْشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلٰی اَرِیْکَتِهٖ یَقُوْلُ عَلَیْکُمْ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ فَمَا وَجَدْتُّمْ فِیْهِ مِنْ حَلَالٍ فَاَحِلُّوْهُ وَمَا وَجَدْتُّمْ فِیْهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوْهُ ۝

اتنا ہی نہیں بلکہ جس کی تمام قلمی جدوجہد کی دعوت اتباع کتاب و سنت پر مبنی رہی ہے اور جس کے عقیدہ میں "کتاب" کا ہر وہ اتباع اتباع نہیں جو "سنت" کے اتباع سے خالی ہو۔

این دو شمع اند کہ از یک دگر افروختہ اند

یہ ظاہر ہے کہ میں ایک شخص کے استفسار کا جواب لکھ رہا تھا۔ کوئی کتاب تصنیف نہیں کر رہا تھا۔ اس طرح کے سوالات روز لوگ کرتے رہتے ہیں اور کم سے کم جملوں میں جو جواب دے سکتا ہوں دے دیا کرتا ہوں۔ اسی استفسار کا جواب سینکڑوں آدمیوں کو دیا ہوگا۔ ہر بات کا ایک محل ہوتا ہے اور چاہیئے اس محل میں رہ کر اس پر غور کیا جائے۔ پھر خصوصاً اگر تحریر کسی ایسے شخص کی ہو

جس کے عقائد مسلک سے ہم ناواقف نہیں تو اور زیادہ ضروری ہو جاتا ہے کہ وہی مطلب ٹھہرائیں جو اس کے عقیدہ و مسلک کے لحاظ سے ہونا چاہیئے۔

اہلِ حق و دانش کا طریقہ جو ہمیں تبلایا گیا ہے وہ تو یہ ہے یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ؕ

یہاں تک تو آپ کے استفسار کا جواب تھا اب ایک دو لطیفے بھی سن لیجیئے۔
آپ نے اپنے مضمون کے آخر میں لکھا ہے کہ ایک ہفتہ کے اندر مجھے اس کا جواب دیا جائے اس سے معلوم ہوا کہ ابھی آپ نے رائے قائم نہیں کی ہے۔ میرے جواب کا انتظار ہے۔ لیکن مضمون کی سرخی میں آپ نے ازراہِ عنایت تنابز بالالقاب کے ساتھ میرا نام درج کر دیا ہے۔ گویا جزم و یقین کے ساتھ فیصلہ کر لیا۔ لطیفہ یہ ہے کہ اگر فیصلہ ہو چکا تو پھر استفسار کیوں؟ اور اگر استفسار ہے تو پھر یہ تنابز بالالقاب کیوں؟

دوسرا لطیفہ یہ ہے کہ خطوط میرے تھے۔ استفسار مجھ سے کرتا ہے لیکن مضمون آپ اخبار میں شائع کرتے ہیں اور پھر اس کا پرچہ ڈاک کے ذریعے بھیج دیتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جس ڈاک کے ذریعہ آپ کا اخبار مجھے مل سکتا ہے۔ اسی ڈاک کے ذریعہ آپ کا خط مجھے نہیں مل جاتا؟ شاید آپ نے خیال کیا خط بھیجنے کا زیادہ محفوظ ذریعہ یہی ہے کہ اخبار میں چھاپ دیا جائے۔ خیر ہر چہ از دوست میرسد نیکوست۔ اُمید ہے مع الخیر ہوں گے۔

ابوالکلام

اسی سلسلہ میں ایک اور صاحب کے جواب میں حضرت مولانا نے جو مکتوب تحریر فرمایا وہ بھی ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

عزیزی۔ السلام علیکم۔

آپ نے اخبار کا جو پرچہ بھیجا ہے۔ میں نے دیکھا۔ جن صاحب نے میرے خطوط شائع کیئے ہیں اگر وہ ان کے ساتھ اپنے خطوط بھی شائع کر دیتے تو زیادہ بہتر ہوتا۔ اس طرح جواب کی نوعیت پوری طرح واضح ہو جاتی۔ جس عبارت کی نسبت آپ دریافت کرتے ہیں وہ دراصل ان کے

ایک خاص سوال کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ انہوں نے لکھا تھا کہ احمدی جماعت کے مبلّغ کہتے ہیں۔ ہمیں حضرت مسیح علیہ السلام کے دوبارہ ظہور پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے اور دین کی تکمیل انہی کے ہاتھوں ظہور میں آئے گی۔ میں نے جواب میں لکھا کہ یہ صحیح نہیں اگر کسی زمانہ میں مسلمانوں کے لئے یہ بات ضروری ہونے والی تھی کہ کسی نئے ظہور پر ایمان لائیں اور دو شہادتوں پر ایک تیسری شہادت کا اضافہ ہو جائے تو ضروری تھا کہ اس کا انہیں صاف صاف حکم دیا جاتا۔

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ایسا کوئی حکم نہیں دیا گیا ہے پس معلوم ہوا کہ اب تکمیلِ دین کے لئے نہ کسی بروزی مسیح کی ضرورت ہے نہ حقیقی مسیح کی، قرآن آچکا اور دین کا معاملہ کامل ہو چکا پس اس عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ روایات میں جس نزولِ مسیح کی خبر دی گئی ہے۔ اس کا تعلق قیامت کے آثار و مقدمات سے ہے دین کی تکمیل سے نہیں ہے کہ حضرت مسیح بہ حیثیت ایک نبی کے نازل ہوں گے اور ہر مسلمان کے لئے ضروری ہوگا کہ نبوّت کے ایک نئے ظہور پر ایمان لائے۔

یہ مطلب نہیں کہ بہ سلسلہ آثارِ قیامت نزولِ مسیح کی جو خبر دی گئی ہے اس کی نفی کی جائے۔ چنانچہ عبارت مسئولہ عنہا کا بغور مطالعہ کیجئے۔ سارا زور تکمیلِ دین اور شرائط ایمان و نجات کے معاملہ پر پڑ رہا ہے۔

اور جو کچھ نفی کی گئی ہے اسی کی کی گئی ہے۔ عبارت کے الفاظ یہ ہیں:

"اگر کسی زمانہ میں مسلمانوں کی نجات و سعادت اس پر موقوف رہنے والی تھی۔

تو ضروری تھا کہ قرآن صاف صاف بیان کر دیتا۔ اسی طرح صاف صاف جس طرح تمام مہمات اعتقادیہ کر دی ہیں۔"

یعنی نزولِ مسیح کی خبر محض آثارِ قیامت کے سلسلہ میں دی گئی ہے۔ مسلمانوں کی نجات و سعادت کے معاملہ کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو اس کا ہمیں حکم دیا جاتا۔ پس اب تکمیلِ دین کے لئے نہ کوئی بروزی مسیح آنے والا ہے نہ حقیقی۔

ابوالکلام

تقسیمِ ہند اور مرزائی

جناب سلیم الحق صدیقی صاحب

تقسیمِ ہند کے وقت مسلم لیگ کے "قابلِ فخر" مرزائی وکیل سر ظفر اللہ نے گورداسپور کے مسلم اکثریتی ضلع کی تحصیل پٹھان کوٹ طشتری میں سجا کر ہندوستان کو پیش کردی اور ساتھ ہی راوی کے پانی اور بھارتی افواج کے لئے کشمیر میں داخلہ کا راستہ بھی خود بخود انڈیا کو منتقل ہوگیا۔ پاکستان کو مرزائیوں کے ہاتھوں کتنے نقصانات پہنچے اس کی تفصیل ناقابلِ تردید شواہد کے ساتھ پڑھیئے .... "ادارہ"

۱۸۴۴ء میں سید علی محمد باب نے مہدیت کا دعویٰ کیا جس کی پاداش میں ایرانی حکومت نے اُسے سُولی پر لٹکا دیا۔ اپنی موت سے پہلے سید علی محمد باب بہاء اللہ کو اپنا وصی اور جانشین مقرر کرگیا۔ یہ وہی بہاء اللہ ہے جس نے بہائی مذہب کی باقاعدہ بنیاد رکھی۔ اور اپنے آپ کو مسیح موعود قرار دیا۔ آج تمام بہائی مذہب کے پیروکار سید علی محمد باب کو مہدی آخر الزمان مانتے ہیں۔ اور بہاء اللہ کو مسیح موعود اور نبی کہتے ہیں۔ اس مذہب کا مرکز حیفہ اسرائیل میں واقع ہے۔ جہاں پر برطانوی دورِ حکومت میں اس نئے مذہب کو مکمل تحفظ دیا گیا۔ بہاء اللہ نے ۱۸۶۳ء میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور ۱۸۹۲ء میں اپنی موت تک ہندوستان میں بھی اپنے نئے مذہب کا تبلیغی لٹریچر ارسال کرتا رہا اور بہائی مذہب کی نشر و اشاعت پر بے دریغ روپیہ صرف کیا۔

غالب خیال یہ ہی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو مسیحِ موعود۔ مہدی اور نبی بننے کا وسوسہ بہائی لٹریچر پڑھنے کے بعد پیدا ہوا۔ سید علی محمد باب کی عبرت ناک موت اس کے دل میں کوئی خوف پیدا نہ کرسکی۔ کیونکہ اس کو برطانوی حکومت سے اپنے تحفظ اور مدد کا پورا یقین تھا۔ ایرانی مسیح موعود بہاء اللہ کی کامیابیاں دیکھ دیکھ کر ہندوستانی مسیحِ موعود بننے کی تڑپ مرزا کو چین سے نہیں بیٹھنے دیتی تھی۔ آخر کار

مرزائے قادیان نے مسیح موعود اور مہدیٔ آخرالزمان ہونے کا اعلان کر ہی دیا اور اپنے اس نئے مذہب کی بنیاد مسلمانوں کی نفرت اور حقارت پر رکھی۔ اور تمام مسلمانوں کو اسے مسیح موعود نہ ماننے کی پاداش میں کافر کنجریوں کے بچے اور جنگلی سؤر قرار دیا۔ (دیکھیئے نجم الھدیٰ از مرزائے قادیان)

یہ ہی وہ عوامل تھے جن کی بناء پر قادیانی مذہب اختیار کرنے والے افراد مسلمانوں کے بدترین دشمن بن گئے اور ان کی گھات میں رہنے لگے کہ کہاں موقعہ ملے اور ہم مسلمانوں کو زک پہنچائیں۔ یہاں تک کہ یہ لوگ مسلمانوں کی سیاسی قیادت میں بھی گھس آئے۔ اور مسلمانوں کی سادگی اور بھولے پن سے انہوں نے کافی ناجائز فائدہ بھی اُٹھایا اور برطانوی و ہندو سامراج کے اشارے پر مسلمانوں کا بیڑہ غرق کرنے میں بھی کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی اسلامیانِ ہند کی قیادت میں جو مرزائی بیش بیش رہے ان میں مرتدِ اعظم چودھری سر ظفر اللہ خان قادیانی کا نام سرِ فہرست ہے۔ پنجاب کے مشہور سیاست دان سر فضل حسین کی حمایت اور تائید سے سر ظفر اللہ نے تحریکِ خلافت کے بعد سیاستِ ہند میں ایک مضبوط پوزیشن حاصل کرلی اور یہاں تک کہ یہ شخص ۱۹۳۲ء میں مسلم لیگ کا صدر بھی بنا۔ بہرحال یہ ایک طویل افسوس ناک داستان ہے جس کی اس مضمون میں گنجائش نہیں۔

قصہ مختصر یہ کہ ۳ رجون ۱۹۴۷ء کو وائسرائے ہند لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے آل انڈیا ریڈیو سے تقسیم ہند کا اعلان کیا۔ اس اعلان کو آزادیٔ ہند ایکٹ ۱۹۴۷ء یا INDIAN INDEPENDENCE ACT,1947 کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اور برطانوی ہند کو تقسیم کرکے ہندوستان اور پاکستان کی دو مملکتوں کے قیام کا اعلان کیا۔ مسلم لیگ کے اصل مطالبہ پاکستان کو نظرانداز کرکے مسلمانوں کے اکثریتی صوبوں پنجاب اور بنگال کو غیر منصفانہ اور ظالمانہ طور پر تقسیم کردیا گیا۔ مسلمان جو برطانوی ہند کی آبادی کا ایک چوتھائی حصہ تھے، پاکستان کی صورت میں مسلمانوں کو برطانوی ہند کی آبادی کا صرف آٹھواں حصہ دیا گیا۔ تقسیم کا اصول یہ رکھا گیا کہ مسلم اکثریتی ضلع صوبائی تقسیم کا ایک یونٹ ہو۔ مسلم اکثریتی اضلاع کے علاقہ کو مغربی پنجاب اور مشرقی بنگال کا نام دیا گیا۔ اور غیر مسلم اکثریتی اضلاع کے حصے کو مشرقی پنجاب اور مغربی بنگال کا نام دیا گیا۔ اور ساتھ ہی ایک حد بندی کمیشن قائم کیا گیا جس کا سربراہ سر سیرل ریڈ کلف مقرر ہوا۔ پنجاب باؤنڈری کمیشن میں دو مسلم جج جسٹس دین محمد اور جسٹس محمد منیر کو لیا گیا اور غیر مسلموں کی طرف سے جسٹس تیجا سنگھ اور جسٹس مہرچند مہاجن کا تقرر ہوا۔ مسلمانوں کی بدقسمتی ملاحظہ فرمایئے کہ مسلم لیگ کی طرف سے وکیل چودھری سر ظفراللہ خان

کو مقرر کیا گیا۔ ایسا شخص جو مسلمانوں کو کافر سمجھتا ہو اور جس کے مذہب کی بنیاد مسلمانوں کی نفرت پر ہو۔ اس سے کسی قسم کے خلوص کی اُمید رکھنا حماقت تھی۔ اس شخص نے پاکستان اور اسلامیانِ ہند کو تاریخ کا ایک عظیم دھوکا دیا۔ جس کی تلافی آئندہ شاید پھر کبھی نہ ہو سکے۔ اس نام نہاد قادیانی وکیل نے پاکستان و اسلامیانِ ہند و کشمیر کو جو زک پہنچائی اس کا ازالہ بھی شاید آئندہ پھر کبھی نہ ہو سکے۔ اس عظیم دھوکے کی شہادت خود ظفر اللہ کی لکھی ہوئی اپنی آپ بیتی "تحدیثِ نعمت" دے رہی ہے۔ لیکن افسوس آج تک اس کی گرفت کرنے کی ہمت کسی شخص کو نہیں ہوئی۔

اس سلسلہ میں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ پاکستان کو آزادئ ہند ایکٹ ۱۹۴۷ء کے تحت پنجاب کی پوری آبادی ملتان ڈویژن کے اضلاع۔ راولپنڈی ڈویژن کے پورے اضلاع اور لاہور ڈویژن کے اضلاع ماسوائے ضلع امرتسر کے ملے تھے۔ ضلع امرتسر میں معمولی سی غیر مسلم اکثریت ہونے کی بنا پر اس ضلع کو ہندوستان میں شامل کر دیا گیا۔ لاہور ڈویژن کا ضلع گورداسپور جہاں پر مسلمان غیر مسلموں سے تعداد میں ۲۸ء۲ فی صد زیادہ تھے ۳ر جون کے اعلان کے مطابق پاکستان میں شامل تھا، یہ ضلع پاکستان کے لئے زبردست اہمیت کا حامل تھا۔ اوّل تو اس ضلع کی تحصیل پٹھان کوٹ میں دریائے راوی پر مادھو پور ہیڈ ورکس تھا جہاں سے اپر باری دوآب نہر نکل کر ضلع ملتان تک کے علاقہ کو سیراب کرتی تھی یا دوسرے معنوں میں مادھو پور دریائے راوی کے پانی کی کنجی تھی۔ دوم ریاست جموں اور کشمیر کا آخری راستہ یعنی کٹھوا روڈ (KATHUA — ROAD) مادھو پور ہیڈ ورکس کے اوپر سے ہو کر گزرتا تھا۔ اس طرح کشمیر کے تمام راستوں پر پاکستان کا قبضہ ہو جاتا تھا اور بھارت کے لئے کشمیر میں داخل ہونے کا اور کوئی راستہ باقی نہیں رہتا تھا۔ سوم دریائے بیاس ضلع گورداسپور کے مشرقی سرحد پر واقع تھا جو دفاعی لحاظ سے پاکستان کی قدرتی اور محفوظ باؤنڈری کا کام دیتا۔ اور ساتھ ہی ساتھ لاہور جیسے اہم اور بڑے شہر کا دفاع بھی بہت بہتر ہو جاتا۔ ان تمام حقائق سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ ضلع گورداسپور بمعہ تحصیل پٹھان کوٹ کے پاکستان کے لئے کتنا اہم اور قیمتی ضلع تھا جس کی بدولت ہمیں ریاست جموں و کشمیر کا پچاسی ۸۵... ہزار مربع میل علاقہ مل رہا تھا۔ اور ہماری زرعی زمینوں کی آبادکاری کے لئے دریائے راوی کا تمام پانی ہمیں دستیاب ہوتا۔ جو اب سب ہندوستان کی تحویل میں چلا گیا ہے۔ اور یہ پانی چھن جانے سے ہمارے کاشتکاروں کو کروڑہا روپے کا نقصان برداشت کرنا پڑا۔ اب حد بندی کمیشن کے سامنے تقسیم پنجاب کو آخری شکل دینے کے لئے مسلم لیگ کو اپنا

موقف پیش کرنا تھا۔ اس دوران یہ سوال زیرِ بحث آیا کہ تقسیم کے یونٹ کا تعین کس طرح کیا جائے۔ آیا تقسیم کا یونٹ مسلم اکثریتی ضلع کو ہی رکھا جائے۔ یا مسلم اکثریتی کمشنری یا دوآبے کو یونٹ قرار دینے پر زور دینا چاہیئے۔ ضلع کو یونٹ تسلیم کرتے ہیں جو اضلاع آزادیٔ ہند ایکٹ کے تحت عارضی طور پر مل گئے تھے وہی برقرار رہتے۔ اور کمشنری یا دوآبہ کو اگر یونٹ بنایا جاتا تو ہمیں ضلع امرتسر، لاہور کمشنری میں واقع ہونے کی وجہ سے مل جاتا۔ کیونکہ مجموعی طور پر مسلمان لاہور کمشنری میں ایک بہت بڑی اکثریت رکھتے تھے۔ اس طرح دریائے بیاس پاکستان کی قدرتی اور محفوظ سرحد بن جاتا اور ساتھ ہی دوبارہ راوی کا تمام پانی مل جانے سے مغربی پنجاب پانی میں خودکفیل ہو جاتا اور منگلا بند سے ہمیں بے ترتیب نہریں نکالنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔

لیکن آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ ظفراللہ نے اپنی مرضی اور مسلم لیگ کے نام سے حد بندی کمیشن کے سامنے تحریری بیان میں ایک خطرناک تجویز پیش کی وہ یہ کہ پنجاب کی تقسیم کا یونٹ ضلع یا کمشنری کی بجائے تحصیل کو قرار دیا جائے اور ساتھ ہی ظفراللہ نے یہ پخ بھی لگا دی کہ پھر اس میں بھی دوسرے امور کی بنا پر ردّوبدل کر دیا جائے یعنی اس کا مطلب یہ ہوا کہ مسلم اکثریت کی تحصیلیں پاکستان کو ملیں اور غیر مسلم اکثریت کی تحصیلیں ہندوستان کو ملیں اور پھر اس میں بھی کمیشن دوسرے امور کی بنا پر ردّوبدل کر سکتا ہے جب یہ میمورنڈم حد بندی کمیشن کے سامنے آیا جو مسلم لیگ کی طرف سے عرضی دعوے کی حیثیت رکھتا تھا تو ہمارے مسلم جج اس کو پڑھ کر حیران اور پریشان ہو گئے (دیکھیئے "مارشل لاء سے مارشل لاء" تک مصنفہ سید نور احمد) اس میمورنڈم میں یہ موقف اختیار کیا گیا تھا اور اس پر بہت زور دیا گیا تھا کہ مسلم اور غیر مسلم علاقے یا مشرقی اور مغربی پنجاب کی اصولی حدود متعین کرنے کے لئے ضلع کو یونٹ قرار دینا غلط ہے اس لئے تحصیل کو یونٹ قرار دینا چاہیئے پھر جو بنیادی تقسیم اس طرح قائم ہو، اسے آخری شکل دینے کے لئے اس میں دوسرے امور کی بنا پر مناسب ردّوبدل کر دیا جائے۔

ظفراللہ کے اس طرزِ استدلال سے جو عملی نتائج برآمد ہوئے وہ نہایت ہی خطرناک تھے، تحصیل پٹھان کوٹ جو ایک بہت معمولی اکثریت سے ضلع گورداسپور کی واحد غیر مسلم تحصیل تھی، اس کی بنیادی حیثیت اتفاقِ رائے کے ساتھ طے ہو گئی اور یہ تحصیل بحث اور اختلاف کے دائرے سے

خارج ہوگئی یا دوسرے الفاظ میں مسلم لیگ کے قابلِ فخر مرزائی وکیل نے ضلع گورداسپور کے مسلم اکثریتی ضلع کی تحصیل پٹھان کوٹ کو طشتری میں سجا کر ہندوستان کو پیش کر دی۔ کیونکہ اب حد بندی کمیشن کے سامنے دونوں فریق کا کوئی عذر اس تحصیل کے لیے نہ رہا اور ساتھ ہی راوی کا پانی اور بھارتی افواج کے لئے کشمیر میں داخلے کا راستہ بھی خود بخود انڈیا کو منتقل ہو گیا۔ قادیانی کی بروقت امداد سے ہندو اپنی کامیابی سے پھولے نہ سماتا تھا۔ ظفر اللہ کی اپنی آپ بیتی کی کتاب "تحدیثِ نعمت" میں بھی اس بات کا قوی ثبوت ملتا ہے کہ یہ تحصیل والی سکیم قادیانیوں کے دماغ کی اختراع تھی۔

اب دوسری صورت یہ پیش آئی کہ تحصیل فیروز پور، زیرہ، جالندھر اور نواں شہر کی مسلم اکثریتی تحصیلیں بھارتی مشرقی پنجاب میں جزیروں اور جزیرہ نما کی صورت اختیار کیے ہوئے تھیں اور غیر مسلم اکثریتی اضلاع میں واقع تھیں۔ خاص کر تحصیل نواں شہر اور جالندھر تو بالکل جزیرے بنے ہوئے تھے۔ اب ان کے ساتھ جغرافیائی وحدت نہ ہونے کی وجہ سے پاکستان میں ان کا شمول ممکن نہ تھا اور نہ پاکستان ان کا دفاع کر سکتا تھا۔ اب رہا ضلع گورداسپور کی مسلم اکثریتی تحصیل بٹالہ اور گورداسپور۔ تو ان کی حیثیت بھی ضلع امرتسر اور پٹھان کوٹ نکل جانے سے ایک جزیرہ نما کی ہو گئی تھی۔ اور تین طرف سے ہندوستان میں گھر گئی تھیں۔ اب ظفر اللہ کی پیش کردہ تجاویز پر دوسرے اُمور کے تحت ردّوبدل کے اختیار کے تحت ریڈکلف کو تسلیم کرنا پڑا کہ ان جزیرہ نما تحصیلوں کا نہری آبپاشی، معاشی اور جغرافیائی طور سے الگ تھلگ ہونے کی بناء پر ان کو پاکستان کا حصہ نہیں بنایا جا سکتا۔ اور تو اور دیگر امور کے تحت ریڈکلف نے ضلع لاہور کی تحصیل قصور کا آدھا علاقہ کاٹ کر ہندوستان کو دے دیا۔ کیونکہ اس تحصیل کا ایک گاؤں ہری کے (HARIKE) ستلج اور بیاس کے سنگم پر واقع تھا۔ لہٰذا ہندو سنگم پر پاکستان کا قبضہ برداشت نہ کر سکتا تھا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قادیانیوں کے یہ تباہ کن اور احمقانہ تجویز پیش کرنے میں کیا مقاصد کارفرما تھے اس سلسلہ میں ظفر اللہ نے اپنی کتاب تحدیثِ نعمت کے صفحہ ۵۰۶ پر اس بات کا انکشاف کیا ہے کہ خلیفۃ المسیح ثانی مرزا بشیر الدین محمود نے مسلم لیگ کا کیس تیار کرنے میں گراں قدر مدد فرمائی۔ اور اپنے خرچے پر دفاعی امور کے ایک ماہر پروفیسر SPATE (سپیٹ) کی خدمات انگلستان سے حاصل کی گئیں، جو ریڈکلف کمیشن کے روبرو نقشہ جات کی مدد سے دفاعی پہلو ظفر اللہ کو سمجھاتا رہا۔ اور

مرزا محمود نے انگلستان سے متعلقہ خاص اور اہم ضروری کتابیں قادیان منگوائیں جن کو ایک موٹر سائیکل سوار سائڈ کار میں رکھ کر لاہور ظفر اللہ کے پاس لایا۔ ان کتابوں میں کیا تحریر تھا۔ اور نقشہ جات کی مدد سے پروفیسر سپیٹ نے کیا مشورے دیئے۔ یہ بتانے سے ظفر اللہ نے گریز کیا ہے۔ البتہ یہ تحریر کیا ہے کہ پروفیسر سپیٹ نے دفاعی پہلو مجھے خوب سمجھایا اور بحث کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الثانی خود بھی اجلاس میں تشریف فرما رہے۔

اس سلسلہ میں ایک نظریہ یہ ہے کہ قادیانی اپنے مرکز قادیان کو کسی صورت میں بھی پاکستان میں شامل ہونا پسند نہ کرتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ قادیان ہندوستان میں زیادہ محفوظ رہے گا اور اگر کبھی پاکستان سے انہیں فرار ہونا پڑے تو وہ بھاگ کر اپنے اصل مرکز میں واپس آ سکیں۔ جیسا کہ معلوم ہے کہ قادیان میں مرزائی لوگوں کی ایک اچھی خاصی تعداد اب بھی موجود ہے۔ قادیان کیونکہ ضلع گورداسپور میں واقع تھا اور یہ ضلع پاکستان کو عارضی تقسیم میں مل گیا تھا۔ لہذا مرزا محمود سخت پریشان تھا۔ اور حد بندی کمیشن کے روبرو بحث میں ضرورت سے زیادہ دلچسپی اور وہاں جا کر گھنٹوں بیٹھے رہنا اس کی بے قراری کو ظاہر کرتا تھا۔ پروفیسر اسپیٹ جو غالباً جغرافیہ کا پروفیسر تھا اس سے نقشے بنوا بنوا کر دیکھنا صرف ایک ایسے حل کی تلاش تھی، جو ضلع گورداسپور کو پاکستان سے نکال دے۔ آخر کار تحصیل والی سوچی سمجھی اسکیم بڑے عیارانہ طور پر تیار کر ہی لی گئی۔ اس سلسلہ میں یقیناً ہندو سے بھی رابطہ قائم کیا گیا ہوگا تاکہ قادیانی اپنا احسان جتا کر قادیان کی حفاظت کا جواز پیدا کر سکیں کہ ہم نے بھارت کو پچاسی ہزار مربع میل رقبہ کی ریاست جموں اور کشمیر کا راستہ دلوایا۔ اگر قادیانی مسلم لیگ کی طرف سے ضلع یا کمشنری کو تقسیم کا یونٹ بنانے کی تجویز کمیشن کے سامنے پیش کرتے۔ تو پھر بھارت کو کشمیر کا راستہ کس طرح ملتا۔ اور قادیان بھی پاکستان میں آ جاتا جو یقیناً مرزائیوں کے مفاد کے خلاف تھا۔ مرزائیوں نے دیگر امور کی بنا پر ردّ و بدل کی اجازت دے کر ریڈکلف کے لیے ہر ناجائز کارروائی کا جواز پیدا کر دیا اور ہمارے مسلم اکثریتی علاقے کاٹنے کی کھلی چھٹی دے دی۔

جسٹس دین محمد مرحوم جو باؤنڈری کمیشن کے مسلمان ممبر تھے۔ ایک حساس اور مسلمان دل رکھتے تھے، ان تمام حرکتوں کے بعد مرحوم نے انکشاف کیا کہ پنجاب کی حد بندی لائن بالا بالا طے ہو چکی ہے اور حد بندی کمیشن کی کارروائی محض ایک ڈھونگ ہے۔ ظفر اللہ کی شرارت سے وہ اور بھی زیادہ بددل ہو گئے

تھے۔ جسٹس دین محمد مرحوم نے سوچا کہ اس کا علاج صرف ایک ہے کہ کمیشن کے مسلمان جج مستعفی ہو جائیں تاکہ ریڈکلف اپنا جانب دار فیصلہ ہندو کے حق میں صادر نہ کر سکے۔ لیکن بدقسمتی سے ان کو ایسا کرنے سے روک دیا گیا اور یہ آخری موقع بھی ہمارے ہاتھ سے نکل گیا جس کے نتیجہ میں کشمیر اور پانی کا مسئلہ ہمیشہ کے لئے ہماری آئندہ نسلوں کے لئے ایک عذاب کی صورت اختیار کر گیا۔

ظفر اللہ قادیانی کے سفید جھوٹ:

حیرت ہے کہ ایک شخص جو بین الاقوامی عدالت کا جج رہ چکا ہو اور وہ سفید جھوٹ بولے۔ اور پھر بڑی بے حیائی سے یہ سفید جھوٹ اپنی آپ بیتی میں تحریر کر کے تمام دنیا کو بے وقوف بنانے کی کوشش کرے۔ قارئین کو تحصیل یونٹ بنانے کا نقشہ تو معلوم ہو ہی گیا ہو گا کہ قادیانیوں نے کس طرح سازش کر کے ہمارے جان سے زیادہ عزیز ملک پاکستان کو نقصان پہنچایا۔ اب ظفر اللہ خان قادیانی کی مکر و فریب سے بھری ہوئی تحصیل والے موقف کی تائید میں لغو اور جھوٹی تاویلات بھی ملاحظہ فرمائیے۔ مثال مشہور ہے کہ ایک جھوٹ کو چھپانے کے لئے جھوٹے کو دس اور جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔ قادیانی سازش چھپانے کے لئے ظفر اللہ اپنی آپ بیتی " تحدیث نعمت " میں ص۵۰۲ پر رقم طراز ہے:

"عارضی انتظامی تقسیم میں راولپنڈی، ملتان اور لاہور ڈویژن کے جملہ اضلاع ماسوائے کانگڑہ مغربی پنجاب میں شامل کئے گئے تھے۔ اگر ہماری طرف سے ضلع کو یونٹ قرار دیے جانے کا مطالبہ کیا جاتا تو اضلاع میں سے امرتسر کو ترک کرنا پڑتا۔ اس خدشہ کا اظہار بھی کیا گیا کہ اگر ہم نے ضلع کو یونٹ قرار دینے کا مطالبہ کیا تو اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جائے گا کہ ہم انتظامی تقسیم میں جو علاقہ مغربی پنجاب میں شامل کیا گیا ہے اس سے بھی کم علاقہ لینے پر رضامند ہیں۔"

اول سب سے بڑا جھوٹ تو یہ ہے کہ ضلع کانگڑہ جس کو ظفر اللہ لاہور ڈویژن میں شمار کر رہا ہے ہمیشہ سے جالندھر ڈویژن میں شامل تھا۔ جو پوری کی پوری ہندوستان کو مل گئی تھی۔ اس کو صحیح بات یہ لکھنی چاہیئے تھی کہ عارضی تقسیم میں راولپنڈی، ملتان اور لاہور ڈویژن کے جملہ اضلاع ماسوائے امرتسر مغربی پنجاب میں شامل کئے گئے تھے۔ اس کے ثبوت میں آزادی ہند ایکٹ ۱۹۴۷ء دیکھا جا سکتا ہے جو اکثر

کتب خانوں میں موجود ہے، اور اس کے جدول میں تمام عارضی انتظامی تقسیم کے اضلاع کی فہرست درج ہے۔

دوسرا جھوٹ ظفر اللہ نے یہ بولا ہے کہ ضلع امرتسر ۳ جون کے اعلان میں پاکستان میں شامل تھا جو کہ اس کی مندرجہ بالا تحریر سے ظاہر ہوتا ہے۔ حالانکہ اسی ایکٹ میں دیکھا جا سکتا ہے کہ ضلع امرتسر جو ایک غیر مسلم اکثریتی علاقہ تھا، ہندوستان میں شامل کیا گیا تھا۔

تیسرا جھوٹ ظفر اللہ نے یہ بولا ہے کہ اگر ہم نے ضلع کو یونٹ قرار دیئے جانے کا مطالبہ کیا تو اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جائے گا کہ ہم انتظامی تقسیم میں جو علاقہ مغربی پنجاب میں شامل کیا گیا ہے اس سے بھی کم علاقہ لینے پر رضامند ہیں۔ حالانکہ آزادی ہند ایکٹ میں صرف وہی اضلاع مغربی پاکستان میں شامل کئے گئے تھے جہاں مسلم اکثریت تھی اور کوئی ضلع بھی ایسا نہیں دیا گیا تھا۔ جہاں پر غیر مسلم آبادی کی اکثریت ہو۔ لہٰذا یہ منطق فریب کاری پر مبنی ہے۔ تحدیث نعمت میں ان جھوٹی عیارانہ تاویلات کے بعد تحصیل کو یونٹ قرار دیئے جانے کی تائید میں احمقانہ اور عیارانہ قسم کے دلائل پیش کئے ہیں۔ اور کمشنری اور دوآبے کی معقول تجویز کو رد کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے پاکستان کو ایک طاقتور ملک بننے اور بہت بڑا فائدہ پہنچنے کا احتمال تھا۔ جس سے آخر کار نفع مسلمانوں کو ہی پہنچتا۔ جس کو مرزا کی اُمت کیسے برداشت کر سکتی تھی۔

پاکستان کے سابق وزیر اعظم ملک فیروز خان نون اپنی آپ بیتی FROM MEMORY کے ص۲۱۱ پر لکھتے ہیں کہ مسٹر جناح پر بہت کچھ لکھا گیا ہے اور آئندہ بہت کچھ لکھا جائے گا لیکن بد قسمتی سے جو اشخاص مسٹر جناح کے قریب تھے اور تقسیم ہند کی اندرونی پوشیدہ کہانی جانتے تھے انہوں نے کچھ بھی تحریر نہیں کیا۔ یہاں تک کہ میں نے چودھری محمد علی سے بھی کہا لیکن انہوں نے بھی کچھ تحریر نہیں کیا۔

قارئین کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ اگر تقسیم ہند کی حقیقی اندرونی پوشیدہ کہانی لکھ دی جائے تو آج ہماری قوم کے بڑے بڑے بتانِ عجم جن کے ہم پجاری ہیں ٹوٹ ٹوٹ کر اور پاش پاش ہو کر گر جائیں۔

بشکریہ، ماہنامہ الحق۔ اپریل۔ مئی ۱۹۷۶ء۔ جلد ۱۱، شمارہ ۷/۶، ربیع الثانی / جمادی الاول ۱۳۹۶ھ

بخاری نگر۔ (اگر ڈھا موڑ)

ابو مروان

ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری کے اعزاز میں استقبالیہ

عالمی مجلس احرار اسلام بخاری نگر (اگر ڈھا موڑ) نے ۸ر جنوری ۱۹۸۸ء کو بعد نماز مغرب مدرسۃ العلوم الاسلامیہ میں قائد تحریک ختم نبوت ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ کے اعزاز میں ایک شاندار استقبالیہ دیا۔ جماعت کے مرکزی رہنما اور مدرسہ کے مہتمم مولانا محمد اسحاق سلیمی نے صدارت کی۔ سید عطاء المحسن بخاری نے استقبالیہ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"برطانیہ کے ننانوے فیصد ناخواندہ مسلمان اپنے دین، معاشرت اور کلچر کے تحفظ کی بجائے یورپین معاشرت اپنا چکے ہیں۔ جس کی اصل وجہ دین سے دوری ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ تہذیب فرنگ کی دلدل میں بری طرح دھنس چکے ہیں۔ انگریز، مرزائی، یہودی سب مل کر مسلمانوں کے گھروں سے دین نکالنے کی سازشیں کر رہے ہیں۔ علماء کرام کو متحد ہو کر پاکستان اور بیرون ملک صرف اور صرف نفاذ دین کی محنت کرنی چاہیئے"۔

انہوں نے مقامی صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ:

"۱۹۴۷ء سے ۱۹۸۷ء تک پاکستان میں نفاذ اسلام کے لئے کوئی پیش رفت نہیں کی گئی۔ شروع سے آج تک سیاستدانوں، مذہبی ڈیرے داروں، سرمایہ پرستوں اور جاگیرداروں نے مل کر قوم کا استحصال کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ نفاذ اسلام کا عمل بتدریج نہیں فوری اور بیک وقت ہونا چاہیئے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت سیکولرازم کو فروغ دینے والی اقدار اور اداروں کا محاسبہ کرنے کی بجائے ان کا تحفظ کر رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت الہیہ کا قیام، عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ اور دفاع ناموس ازواج و اصحاب رسول مجلس احرار اسلام کا نصب العین ہے۔ اگر ملک میں نفاذ اسلام کی جدوجہد کو کامیاب کرنا ہے تو علماء، مذہبی طبقہ واریت کی آگ بھڑکا کر استحصالی گروہ میں شامل ہونے کی بجائے متحد ہو کر خالصۃً دین کی جنگ کریں"۔

مولانا محمد یعقوب شمسی۔ جماعت کے مقامی رہنما ڈاکٹر منظور احمد صاحب اور محمد یوسف صاحب بھی استقبالیہ میں موجود تھے۔

قبل ازیں جامع مسجد بخاری نگر (گڑھا موڑ) میں ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ نے "انسانی زندگی میں دین کی ضرورت و اہمیت" کے موضوع پر اجتماعِ جمعہ سے خطاب فرمایا۔ آپ نے مجلس احرار اسلام کے کارکنوں سے خصوصاً اور تمام مسلمانوں سے اپیل کی کہ سماج کی تمام برائیوں کے خاتمہ کے لئے اپنے اعمال میں دینی حرارت پیدا کریں۔

چیچہ وطنی

ابن حافظ

جناب عبداللطیف خالد کے اعزاز میں استقبالیہ

مرزائیوں کے کبڈی ٹورنامنٹ کا بائیکاٹ

عالمی مجلس احرار اسلام کے مرکزی رہنما جناب عبداللطیف خالد چیمہ محاسبۂ مرزائیت کے سلسلہ میں برطانیہ و سعودی عرب کے دو ماہ کے تبلیغی دورہ کے بعد چیچہ وطنی واپس پہنچے تو احرار اور تحریک تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں اور کارکنوں نے ان کا شاندار استقبال کیا۔ آپ ۱۵ ستمبر ۱۹۸۶ء کو ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ کی قیادت میں "ختم نبوت مشن یو کے" کی دعوت پر برطانیہ گئے تھے اور ۱۲ نومبر کو وطن واپس پہنچے۔ مقامی جماعت کے کارکنوں نے ان کے اعزاز میں ایک بڑا استقبالیہ دیا۔ مولانا پیر جی عبدالعلیم رائے پوری نے صدارت کی۔ مولانا ارشاد احمد خان اور مولانا محمد الیاس قاسمی نے خطاب کیا۔ تقریب کے مہمان خصوصی جناب عبداللطیف خالد چیمہ نے برطانیہ اور یورپ کے دیگر ممالک میں مرزائیوں کی دین اور ملک دشمن سرگرمیوں اور تحریک تحفظ ختم نبوت کی جدوجہد پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ انہوں نے بتایا کہ برطانیہ میں عالمی مجلس احرار اسلام کے شعبۂ تبلیغ "ختم نبوت مشن یو کے" کے رہنما اور کارکن بھرپور اور منظم انداز میں مرزائیوں کا تعاقب کر رہے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ مرزائی وہاں حکومت پاکستان کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈا کر رہے ہیں اور ملک کو بدنام کر رہے ہیں جب کہ دوسری طرف برطانیہ میں پاکستانی سفیر شہر یار خان اور سفارتی عملہ مرزائیوں کو مکمل تحفظ فراہم کر رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت اپنے سفارت خانوں میں ایسے سیل قائم کرے جو مرزائیوں کے گمراہ کن پروپیگنڈے کا منہ توڑ جواب دے۔

چیچہ وطنی کے نواحی علاقہ میں دسمبر کے آخری دنوں مرزائیوں نے ایک کبڈی ٹورنامنٹ کا اہتمام کیا۔ عالمی مجلس احرار اسلام کے شعبۂ تبلیغ تحریک تحفظ ختم نبوت کے دفتر میں اطلاع ملتے ہی جماعت کے رہنماؤں پیر جی عبدالعلیم رائے پوری، عبداللطیف خالد چیمہ، مولانا ارشاد احمد خان اور مولانا محمد الیاس

قاسمی نے اس کا فوری نوٹس لیا۔ مسلمانوں کی طرف سے شریک ہونے والی تمام ٹیموں کے ذمہ دار افراد سے ملاقات کر کے انہیں اس ٹورنامنٹ کے بائیکاٹ پر آمادہ کیا۔ اس طرح مسلمانوں کی ٹیموں نے مرزائیوں کے اس کھیل کا بائیکاٹ کر دیا اور مرزائی بری طرح ناکام ہوئے۔

ربوہ

حکومت مرزائیوں کو نکیل ڈالے ۔۔۔!

مرزائی پارٹی ایک دہشت گرد سیاسی تنظیم ہے۔

حبیب اللہ رشیدی

مرزائی اپنے پوپ مرزا طاہر کے اشارے پر پاکستان میں دہشت گردی، خانہ جنگی، لسانی و علاقائی تعصبات اور مذہبی طبقاتی کشمکش جیسے زہرناک مسائل پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اس ظالمانہ مہم میں کبھی مرزائی خود سامنے آجاتے ہیں لیکن اکثر اوقات وہ پاکستان کے لبرل، سیکولر اور ذہنی تھنکر سیاسی جانوروں اور ان کے بغل بچوں کو استعمال کرتے ہیں۔ محمد اسلم قریشی کا اغواء، مولانا اللہ یار ارشد پر قاتلانہ حملہ، ساہی وال میں قاری بشیر احمد حبیب اور اظہر رفیق کی شہادت، ساہی وال کے نواحی گاؤں میں چودھری نعمت علی، اور سکھر میں دو مسلمانوں کی شہادت، سیالکوٹ میں دو مسلمانوں کا قتل ایسے واقعات ہیں جن میں مرزائی براہ راست ملوث ہیں۔ تین ماہ قبل ۱۸ نومبر ۱۹۸۷ء کو مسلمانوں کی ایک مقامی تنظیم کے مرکز محمدیہ مسجد ریلوے اسٹیشن ربوہ کے امام حافظ محمد یوسف پر دو مرزائی غنڈوں لطیف اور نصیر نے مسجد میں گھس کر خنجر سے قاتلانہ حملہ کیا۔ اللہ پاک کے خاص فضل و کرم سے حافظ صاحب اس حملہ میں بال بال بچ گئے۔ عالمی مجلس احرار اسلام کے مرکز جامع مسجد احرار میں حادثہ کی اطلاع پہنچی تو خطیب مسجد احرار مولانا اللہ یار ارشد نے فوراً احرار کارکنوں کا ہنگامی اجلاس طلب کیا۔ حسن اتفاق سے بخاری مسجد ربوہ کے خطیب نواسۂ امیر شریعت سید محمد کفیل بخاری بھی ربوہ میں موجود تھے۔ چنیوٹ کے صحافیوں کو اس واقعہ کی اطلاع دی گئی تو وہ بھی مسجد احرار پہنچ گئے۔ دونوں رہنماؤں کی قیادت میں احرار کارکنوں کا وفد صحافیوں کے ہمراہ محمدیہ مسجد پہنچا تو حافظ محمد یوسف تنہا پریشان کھڑے تھے۔ انہیں تسلی دی اور صورتِ حال کا جائزہ لینے کے بعد تھانہ ربوہ پہنچے۔ اور پولیس افسران سے مقدمہ درج کر کے فوری کارروائی کا مطالبہ کیا۔

احرار کارکنوں کے وفد نے اس موقع پر شدید احتجاج کیا اور سید محمد کفیل بخاری نے پولیس کو

چوبیس (۲۴) گھنٹے میں مرزائی غنڈے گرفتار کرنے کا نوٹس دیا۔ اس پر چوکی انچارج سب انسپکٹر چودھری محمد صدیق نے حکام بالا سے رابطہ قائم کر کے اقدام قتل کا مقدمہ درج کیا۔ پولیس کے بقول مرزائیوں کے صدر حکیم خورشید پر دباؤ ڈالا گیا تو مرزائیوں نے رات چار بجے ملزم نصیر کو منڈی ڈھاباں سنگھ سے لا کر پیش کر دیا۔ ملزم لطیف کو واقعہ کے دن شام ۵ بجے گرفتار کرایا گیا تھا۔ ملزم نصیر ایک ریٹائرڈ فوجی ہے اور کئی سال ابوظہبی میں رہ چکا ہے۔ وہ ایک تربیت یافتہ مرزائی دہشت گرد ہے۔ مولانا اللہ یار ارشد، احرار کارکنوں اور امام مسجد حافظ محمد یوسف کے ہمراہ ملزم کی شناخت کے لئے تھانہ پہنچے تو ملزم نے پولیس افسران اور صحافیوں کی موجودگی میں اپنے ناپاک عزائم کا کھلم کھلا اظہار کیا اور کہا کہ "میں اس مولوی کو قتل کرنے آیا تھا۔ میرا ارادہ تھا کہ میں ربوہ میں مسلمانوں کا ایک مولوی ضرور قتل کروں گا۔ اگر یہ قتل ہو جاتا تو کیا فرق پڑتا تھا مگر یہ میرے ہاتھوں سے بچ گیا۔"

اس کے بعد احرار رہنماؤں نے ایک مشترکہ اور پُر ہجوم پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ "مرزائی ملک میں دہشت گردی اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کرنا چاہتے ہیں لیکن مسلمان احرار کی برپا کردہ تحریکِ تحفظ ختمِ نبوت کے جھنڈے تلے متحد ہیں۔ اس قسم کے بزدلانہ ہتھکنڈے ہمیں نہ تو ڈرا سکتے ہیں نہ منزل تک پہنچنے سے روک سکتے ہیں" ملزم چند دن بعد ضمانت پر رہا ہو گئے ہیں اور کسی بھی وقت کوئی انتہائی اقدام کر سکتے ہیں۔ اُن کے ارادے خطرناک ہیں۔ نہ جانے حکومت مرزائیوں کے حق میں کیوں کمزور واقع ہوئی ہے۔ اور مرزائی دہشت گردوں کو کیوں کھلی چھٹی دی ہوئی ہے آج تک نہ تو کسی مرزائی قاتل کو سزا دی گئی اور نہ ان واقعات کی روک تھام کے لیے کوئی مؤثر اقدام کیا گیا بلکہ مارشل لاء کورٹ سے سزا یافتہ مرزائی قاتلوں کی سزائے موت پر بھی عملدرآمد نہیں کیا گیا۔ تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت کے رہنماؤں مولانا اللہ یار ارشد، سید محمد کفیل بخاری، قاری محمد یامین گوہر اور تمام کارکنانِ احرار نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ مرزائیوں کو نکیل ڈالے اور ان کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھے۔ مرزائی جماعت ایک دہشت گرد ملک و دین دشمن سیاسی تنظیم ہے۔ اسے فوراً خلافِ قانون قرار دے کر تمام دفاتر سیل کئے جائیں، لٹریچر ضبط کیا جائے اور گرفتار کر کے ان پر غداری کا مقدمہ چلایا جائے۔

توحید و ختمِ نبوّت کے علمبردارو ایک ہو جاؤ!

شہدائے

دسویں سالانہ دو روزہ

ختمِ نبوّت کانفرنس

زیرِ سرپرستی: قائدِ احرار جانشینِ امیرِ شریعت حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری مدظلہ

زیرِ صدارت: قائدِ تحریکِ ختمِ نبوت حضرت مولانا خان محمد مدظلہ

۳، ۴ مارچ ۱۹۸۸ء جمعرات، جمعہ

جامع مسجد احرار ربوہ

جس میں ملک بھر سے علماء، مشائخ، دانشور، وکلاء، طلباء، صحافی اور مزدور کسان شریک ہو رہے ہیں۔!

عنوانات

- شہداءِ ختمِ نبوت کا پیغام
- مسئلہ ختمِ نبوت علم و عقل کی روشنی میں
- حیاتِ سیدنا مسیح علیہ السلام
- احرار اور تحریکِ ختمِ نبوت
- محاسبۂ مرزائیت ضرورت و اہمیت

پروگرام ان شاء اللہ

پہلا اجلاس

۳ مارچ — جمعرات

بعد نمازِ — عشاء

دوسرا اجلاس

۴ مارچ — جمعہ

صبح ۱۰ بجے تا نمازِ عصر

صدر استقبالیہ

ابن امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ

منتظم

مولانا اللہ یار ارشد

پریس سیکرٹری

جناب عبداللطیف خالد چیمہ

کانفرنس میں جوق در جوق شریک ہو کر دینی غیرت اور ملی حمیت کا ثبوت دیں۔!

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت (شعبۂ تبلیغ) عالمی مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

فون: ربوہ ۸۸۶، ملتان ۴۳۲۹۲، لاہور ۶۲۶۹۴، چنیوٹ ۲۳۴۳، فیصل آباد ۲۵۱۶۴، رحیم یار خان ۴۹۱۵، راولپنڈی ۶۲۳۶۲۶، چیچہ وطنی ۹۵۴

توحید و ختمِ نبوت کے علمبردار

ایک ہو جاؤ!

مرزائیوں کی سرمایہ دارانہ سیاسی سازشوں، مذہبی مکاریوں اور سماجی قدروں میں مخفی فریب کاریوں کے محاسبہ و تعاقب کے لئے عالمی مجلسِ احرارِ اسلام کے زیرِ تعمیر دینی مراکز کی تکمیل و تشکیل میں بھرپور تعاون کریں!

ہمارے دینی ادارے:

- جامعہ ختمِ نبوت — مسجدِ احرار، متصل ڈگری کالج ربوہ فون ۸۸۶
- مدرسہ ختمِ نبوت — بخاری مسجد، سرگودھا روڈ ربوہ
- دارالعلوم ختمِ نبوت — چیچہ وطنی فون ۹۵۳
- مدرسہ معمورہ — دارِ بنی ہاشم، پولیس لائنز روڈ ملتان
- مدرسہ معمورہ — مسجدِ نور، تغلق روڈ ملتان
- مدرسہ محمودیہ معمورہ — ناگڑیاں، ضلع گجرات
- مدرسہ ابوبکر صدیق — تلہ گنگ جنوبی
- یو کے ختمِ نبوت مشن — (ہیڈ آفس: گلاسگو) برطانیہ

سید عطاء المحسن بخاری مدیر مدارس التحفیظ والمساجد

دارِ بنی ہاشم ◎ پولیس لائنز روڈ، ملتان۔ پاکستان ◎ ترسیلِ زر کے لئے: اکاؤنٹ نمبر: ۲۹۹۳۲ حبیب بینک لمیٹڈ حسین آگاہی ملتان